فہرست مطالب

اردومقالات

کشمیری زبان میں قرآن مجید کے تراجم کا جائزہ/ ڈاکٹر خواجہ زاہد عزیز ۵

مکاتیبِ فقیرؒ کافی اور موضوعاتی جائزہ/محمد جنید اکرم ۱۱

ترجمہ کی اہمیت اور کلامِ غالب کی اہم منظوم پنجابی تراجم/ ڈاکٹر ثمن زاہد ۳۵

فارسی مقالات

بررسی مکتوبات بزرگان سلسله چشتیه / دکتر محمد ناصر،ثمینہ یاسمین ۴۹

نگاهی به نسخهٔ خطی شرح دیوان صایب تبریزی / دکتر نجم الرشید ۶۳

اسطورۂ عشق در شعر فروغ فراخزاد / ہما گل ۷۱

عربی مقالہ

الإشتراک اللفظي بین الأثبات والإنکار عند القدامی / ڈاکٹر حارث مبین ۷۹

انگریزی مقالہ

The Concept of Global Mysticism in the light of Chishtia order of Sufism Dr. Zahir Ahmad Shafiq 03

Majallah Tahqiq
Research Journal of
the Faculty of Oriental Learning
Vol: 35, Sr.No.96, 2014, pp 05 - 10

مجلّہ تحقیق
مجلّہ کلیہ علوم شرقیہ
جلد ۳۵، جولائی۔ستمبر ۲۰۱۴ء، شمارہ ۹۶

کشمیری زبان میں قرآن مجید کے تراجم کا جائزہ

ڈاکٹر خواجہ زاہد عزیز☆

Abstract:

Kashmir, a paradise on the earth, became a homeland of Islam without much bloodshed. Islam spread throughout the length and breadth of Kashmir by peaceful preachings and lucid persuasions of missionaries of Hamdan and other parts of Persia. The first Islamic government established in Kashmir in 1339AC. The renowned muslim kings of Kashmir established Quran colleges and translation bureaus to spread the message of the Holy Quran in Kashmir. The Holy Quran has been translated more than one hundred languages of the world. Many attempts of the translations of the Holy Quran have been made by Kashmiri Scholars.

کشمیر اپنی تر و تازگی، شادابی اور دیگر محاسن کی وجہ سے تمام دنیا میں مشہور ہے۔ شعرا ان ہی خصوصیات کی بنا پر اس کی تعریف میں ہمیشہ رطب اللسان رہے ہیں۔ ہر زمانے میں دور دور سے سیاح یہاں آ کر اپنی تفریح کا سامان بھی حاصل کرتے رہے ہیں، دنیا والے اس کی ظاہری دلفریبی و رعنائی پر عش عش کرتے ہیں جبکہ اہل باطن کے لیے یہاں اطمینان و سکون قلب کا سامان موجود ہے۔ بہت سے اللہ والے اس سرزمین میں محوخواب ہیں جنھوں نے کشمیر میں ہدایت کی قندیلیں روشن کیں اور لوگوں کو تصوف و سلوک کے راستے بتائے اور کشمیر میں اسلام پھیلانے کے لیے اس طرح کام کیا کہ کشمیری مسلمان صحیح معنوں میں مسلمان کہلانے کے مستحق ہوئے۔

☆ اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ کشمیریات، اورینٹل کالج، پنجاب یونیورسٹی، لاہور

اسلام کی اشاعت سے قبل کشمیر میں ناگ مت، ہندومت، بدھ مت اور شومت کے مذہبی و روحانی افکار وتصورات مروّج تھے۔ خطہ کشمیر عرصہ دراز تک مختلف مذاہب کی آماجگاہ رہنے کے بعد اسلام کی روشنی سے منور ہوا۔ کشمیر کی نسبت یہ کہنا بجا ہے کہ اس کو مسلمان بادشاہوں کی تلواروں اور تدبیروں نے نہیں بلکہ مسلمان عالموں اور درویشوں کی تاثیروں نے فتح کیا (۱)۔ سلطان محمود غزنوی جس نے ہندوستان پر سترہ حملے کیے اور سب میں کامیاب رہا لیکن کشمیر پر اُس نے دو حملے کیے لیکن اسے دونوں حملوں میں کامیابی حاصل نہ ہوسکی۔ کشمیر میں اشاعت اسلام کا سارا کام ایران اور ترکستان کے بزرگان دین کے ہاتھوں ہوا (۲)۔ کشمیر میں مسلم حکمرانی کا آغاز باقاعدہ طور پر ۱۳۳۹ء میں ہوا۔ سلطان شمس الدین نے پہلے مسلمان خاندان کی بنیاد رکھی۔ اس خاندان نے نہ صرف عظیم جرنیل بلکہ علم دوست بادشاہ بھی پیدا کیے جنھوں نے قرآن کی تعلیمات کو کشمیر میں پھیلانے کے لیے ایک اہم کردار ادا کیا۔ سلطان شہاب الدین نے قرآنی تعلیمات کے فروغ کے لیے سرینگر میں پہلا کالج کھولا جو مدرسۃ القرآن کے نام سے مشہور ہوا (۳)۔ اس مدرسہ نے کشمیر میں اشاعتِ دین کے لیے بے پناہ خدمات انجام دیں۔ اسی خاندان کے ایک اور چشم و چراغ زین العابدین نے کشمیر کو نہ صرف علم و ادب بلکہ صنعت و حرفت، زراعت و تجارت میں بھی خوب عروج بخشا۔ یہ بادشاہ، ادباء، مفکرین، علما و فضلاء کا قدردان تھا۔ اُس نے زبانوں کو آسانی سے سمجھنے اور سیکھنے کی خاطر ایک دارالترجمہ کا قیام بھی عمل میں لایا۔ جس میں عربی، سنسکرت اور دوسری زبانوں کی کتابوں کا کشمیری اور فارسی زبان میں ترجمہ کیا جاتا تھا (۴)۔ زین العابدین ہی کے عہد میں اسی دارالترجمہ میں انجیل مقدس اور قرآن مجید دونوں کا کشمیری زبان میں ترجمہ بھی کیا گیا (۵)۔

شاہ میری عہد کے زوال کے بعد چک خاندان کشمیر کے تخت کا وارث بنا۔ اس خاندان نے کشمیر پر تقریباً بتیس سال حکومت کی۔ اگرچہ ان کا عہد مذہبی بربریت اور شدت پسندی کے لیے مشہور ہے۔ مگر پھر بھی اس عہد میں کچھ مدارس سرینگر کے اندر بنوائے گئے جنھوں نے قرآن وحدیث کی تعلیمات کو معاشرے میں عام کیا۔ اسی عہد میں مُلا احمد مہر نے قرآن پاک کی کشمیری زبان میں تفسیر لکھی (۶) جس کا قلمی نسخہ اب بھی سرینگر میں محفوظ ہے۔ کشمیر تقریباً پانچ ہزار سال تک مختلف خاندانوں کی آماجگاہ رہا ہے۔ سکھ کشمیر پر ۱۸۱۹ء سے ۱۸۴۶ء تک قابض رہے۔ اسی دوران عیسائی مبلغین نے اپنے مذہب کی ترویج کے لیے کاوشیں جاری رکھیں۔ کشمیر میں عیسائیت کے پرچار کے لیے انھوں نے ۱۸۲۷ء اور ۱۸۳۲ء میں انجیل مقدس کے دو تراجم کشمیری زبان میں چھاپے (۷)۔ یہ دونوں نسخے شاردا رسم الخط میں لکھے گئے تھے۔

کشمیر میں اسلام حملہ آوروں کے زور اور زبردستی سے نہیں بلکہ مرحلہ وار تبلیغ کے نتیجے میں پھیلا۔ یہ ان ہی بزرگانِ دین کی فیوض و برکات کا نتیجہ تھا کہ وادی کشمیر میں توحید و رسالت کا پرچار ہوا۔ کشمیر میں انگریز مبلغین نے کشمیری زبان کو اپنی مذہبی تشہیر کا ذریعہ بنا لیا تھا جس کے نتیجے میں وہ انجیل مقدس کا پیغام کشمیری زبان میں مقامی آبادی تک پہنچانے کی کاوشیں کر رہے تھے۔ اُن کی کاوشوں کو مدنظر رکھتے ہوئے کشمیر کے بزرگان دین نے وہاں کی مقامی زبان کشمیری کو ذریعہ تشہیر بنایا۔ اس ضمن میں کشمیری بزرگ حضرت میر سید ثناء اللہ کریری نے قرآن مجید کے انتیسویں (۲۹) پارے کا کشمیری زبان میں ترجمہ کر کے دین اسلام کی اشاعت میں ایک اہم کردار ادا کیا ہے (۸)۔

قرآن مجید کا کشمیری زبان میں ترجمہ کرنے کا کام بعد میں آنے والے بزرگان دین کے ذریعے بھی جاری و ساری رہا۔ اس ضمن میں مشہور کشمیری بزرگ حضرت مولانا محمد سبحان کا نام قابل ذکر ہے۔ یہ بزرگ مکۂ مکرمہ میں آباد تھے اور انھوں نے پورے قرآن مجید کا ترجمہ کشمیری زبان میں کیا۔ اس کاوش کے بارے میں اہل کشمیر بے خبر تھے۔ لیکن جب ہندوستان کے پہلے وزیر اعظم پنڈت جواہر لعل نہرو عرب کے دورے پر گئے تو وہاں انھیں اس اجنبی زبان میں ترجمہ شدہ قرآن کریم کا نسخہ تحفہ میں دیا گیا۔ نہرو اس نسخے کو اپنے ساتھ ہندوستان لے آئے۔ چونکہ یہ نسخہ فارسی رسم الخط میں لکھا گیا تھا۔ اس لیے اسے جامعہ عثمانیہ حیدرآباد کے دارالترجمہ میں بھیج دیا گیا اور وہاں سے بخشی غلام محمد کے ذریعے اس نسخے کی فوٹوسٹیٹ کشمیر لائی گئی۔ اب بھی یہ نسخہ کلچرل اکیڈمی سرینگر میں موجود ہے۔ (۹)

کشمیر میں دین اسلام کی سربلندی کا سہرا بزرگان دین کے سر ہے۔ اس سلسلہ میں میر واعظ کشمیر مولوی یحیٰ کا بھی ایک اہم کردار رہا ہے۔ ان کا خاندان اپنے روحانی فیض کی وجہ سے کشمیر میں غیر معمولی اثر و رسوخ رکھتا ہے۔ ان کے خاندان نے وادی کشمیر میں کشمیری مسلمانوں کی دینی، روحانی اور فکری راہنمائی کے لیے گراں قدر خدمات سرانجام دی ہیں۔ مولوی یحیٰ نے دین اسلام کی اشاعت کے لیے قرآن مجید کی تفسیر کشمیری زبان میں لکھی اور قرآن مجید کے تیسویں پارے کا کشمیری زبان میں بامحاورہ ترجمہ کیا اور اس کے علاوہ سورۃ فاتحہ، سورہ اخلاص، آیت الکرسی، سورہ یوسف اور تیسویں پارے کی تفاسیر کشمیری زبان میں لکھیں (۱۰)۔

کشمیر میں اشاعت اسلام کے لیے بزرگانِ دین نے قرآنی تعلیمات کو ہی ذریعہ اظہار بنایا۔ یہی وجہ تھی کہ اسلام کشمیر میں بہت تیزی سے پھیلا اور ان مبلغین نے کشمیریوں کو قرآن مجید کے تراجم کر کے قرآن کے رموز واوقاف سے صحیح معنوں میں واقفیت کروائی۔ مولوی احمد شاہ جامعی نے بھی قرآن مجید کے ایک حصے کا کشمیری زبان میں ترجمہ کیا ہے (۱۱)۔ کشمیری زبان کو ذریعہ اظہار بنا کر

نہ صرف قرآن مجید کے تراجم کیے گئے بلکہ تفسیر لکھنے کی طرف بھی توجہ دی گئی تاکہ قرآن مجید کو صحیح معنوں میں وضاحت کے ساتھ سمجھا جا سکے۔اس ضمن میں میر واعظ مولوی یوسف شاہ کی کاوش قابل ستائش ہے۔انھوں نے اپنی ابتدائی تعلیم اپنے والد اور سرینگر کے علماء سے حاصل کی۔ بعدازاں دارالعلوم دیوبند سے فارغ التحصیل ہونے کے بعد کشمیر میں دینی خدمات سرانجام دیں۔انھوں نے تیسویں پارے کی تفسیر کشمیری زبان میں دوبارہ وضاحت کے ساتھ، معانی و مفہوم بتاتے ہوئے اور معترضین کے جوابات کے ساتھ تحریر کی۔جس کا نسخہ سرینگر میں موجود ہے (۱۲)۔

قرآن مجید کے ۳۰ ویں پارہ (عَم) کو کشمیری زبان میں ترجمہ کرنے کا طریقہ میر واعظ کشمیر مولانا یحییٰ نے وادی میں متعارف کروایا۔تاکہ عام لوگ اور بالخصوص مساجد کے امام صاحبان ۳۰ ویں پارے کی چھوٹی سورتوں کو یاد کر لیں اور دوران نماز ترجمہ بھی ان کے ذہن میں رہے۔مولانا کی خواہش تھی کہ وہ پورے قرآن پاک کا ترجمہ کشمیری زبان میں کریں۔اس سلسلے میں کچھ کام شروع کیا تھا مگر ۱۹۴۷ء میں مسلم لیگی راہنماؤں سے ملنے پاکستان آئے اور کشمیر پر قبائلی حملے کی وجہ سے اپنے وطن واپس نہ جا سکے۔اس طرح ادھورے کام کو مشتاق گورمانی (وزیر امور کشمیر) کی تجویز پر دوبارہ شروع کیا اور صفر المظفر کے مہینہ میں ایک ماہ اور سات دن کی کاوشوں کے بعد یہ کام پایۂ تکمیل تک پہنچا اور اس ترجمے کی پہلی جلد ۱۹۷۳ء میں علی محمد بک سیلر حبہ کدل نے شائع کی (۱۳)۔

قرآن مجید کی تعلیمات پر عمل پیرا ہو کر انسان صحیح سچا اور کامل انسان بنتا ہے۔قرآن پاک ہی کی تعلیمات کو ذریعۂ اظہار بنا کر کشمیری علماء نے لوگوں کے اندر دین سے متعلق شعور اور آگہی اجاگر کی۔ان ترجمہ شدہ قرآن مجید کی بدولت نہ صرف کشمیر کا پڑھا لکھا طبقہ بلکہ ان پڑھ طبقہ جو کہ کشمیری زبان سے واقف تھا۔وہ بھی مستفید ہوا۔پیر غلام محمد حنفی سوپوری جو کہ ایک اچھے شاعر اور دو کتابوں کے مصنف بھی ہیں۔انھوں نے بھی قرآن مجید کا کشمیری زبان میں ترجمہ کیا ہے (۱۴)۔ قرآن مجید کے کشمیری زبان میں تراجم شدہ نسخوں کی تعداد بہت زیادہ ہے۔لیکن زیادہ تعداد مقبوضہ کشمیر میں ہونے کی وجہ سے دسترس سے باہر ہے۔کشمیر مختلف قوموں کا مرکز رہا ہے۔یہاں مسلمانوں کے علاوہ دوسرے مذاہب کے لوگ بھی آباد ہیں۔قرآن کریم کے کشمیری زبان میں ترجمہ کے حوالے سے کشمیری پنڈتوں کی کاوشوں کو بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا ہے۔ پنڈت رعنا نے بھی قرآن مجید کا ترجمہ کشمیری زبان میں کیا ہے۔اس کے علاوہ سوپور کے پیر غلام احمد نے سورہ فاتحہ، سورہ ملک، سورہ نور اور سورہ قلم کا کشمیری زبان میں ترجمہ کیا ہے (۱۵)۔

قرآن مجید کی تعلیمات کو ہر پڑھے لکھے اور ان پڑھ کشمیری تک پہنچانے کے لیے کشمیر کے مقامی علماء اور دانشوروں نے کشمیری زبان کا سہارا لیا اور کشمیری زبان میں قرآن حکیم کے تراجم کرنے کی کوششیں جاری رکھیں۔ اس ضمن میں علی شاہ نے قرآن مجید کے چودہ پاروں کی کشمیری زبان میں تفسیر لکھی۔ مولوی نورالدین قاری نے قرآن مجید کا کشمیری زبان میں ترجمہ اور تفسیر لکھنے کی بہترین کوشش کی ہے۔ ان کے لکھے ہوئے ۳۰ ویں پارے کی کشمیری زبان میں تفسیر ۱۳۴۵ء میں شائع ہوئی (۱۶)۔ مولوی احمد شاہ نے بھی قرآن مجید کا کشمیری زبان میں ترجمہ تقریباً ساڑھے تین سال میں مکمل کیا۔ یہ ترجمہ لفظی تھا اور ۱۳۸۶ء میں شائع ہوا (۱۷)۔ کشمیری زبان میں قرآن مجید کے تراجم کرنے میں مقامی علماء نے ایک اہم کردار ادا کیا ہے۔ علی جلال الدین غازی نے تبیان الفرقان کے عنوان سے پہلے پارے کا ترجمہ وتفسیر کشمیری زبان میں لکھی۔ انھوں نے یہ ترجمہ وتفسیر شیعہ مسلک کے لیے لکھی تھی اور ۱۹۷۷ء میں شائع ہوئی (۱۸)۔ مولوی مصطفیٰ حسین انصاری نے کشف الانیق فی الشرح قانون عتیق کے عنوان سے پہلے پارے کا ترجمہ وتفسیر کشمیری زبان میں لکھی جو ۱۹۷۷ء میں شائع ہوئی (۱۹)۔ مولانا مقبول سبحانی دیوبند کے فارغ التحصیل تھے۔ وہ بہت بڑے مدرس اور عالم تھے۔ عربی زبان پر کافی دسترس رکھتے تھے۔ مدینہ منورہ میں چالیس سال قیام کیا اور مدینہ منورہ میں ڈاکٹر حمید اللہ کے استفسار پر قرآن مجید کا کشمیری زبان میں ترجمہ کیا۔ یہ قرآن مجید کا اوّلین مکمل کشمیری ترجمہ ہے (۲۰)۔ اور مفتی سید محمد ضیاء الحق بخاری نے اس ترجمہ کے بعد کشمیری زبان میں تفسیر بھی لکھی۔ یہ کشمیری زبان کی اوّلین تفسیر ہے۔

قرآن مجید جو مسلمانوں کی مقدس کتاب اور دین اسلام کی اساس ہے۔ عربی زبان میں تحریر ہوا ہے۔ خدا کی بے شمار قدرتوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ دنیا کے انسانوں میں ایک ہی آدم و حوا سے پیدا ہونے کے باوجود ہزاروں زبانیں ہیں۔ ایک کا بولنے والا دوسری زبان کو بالکل نہیں سمجھ سکتا ہے۔ اس وقت دنیا کی سو بھر زبانوں میں قرآن مجید کا کامل یا جزوی ترجمہ ہو چکا ہے۔ قرآن مجید کے تراجم کا سلسلہ اب بھی جاری و ساری ہے۔ ہند کی زبانوں فارسی، اردو، سندھی، ہندی، پنجابی، پشتو، گورمکھی اور کشمیری میں بھی قرآن مجید کے تراجم ہو چکے ہیں۔ جن کشمیری قلمکاروں نے دینی ادب کے فروغ کے لیے نمایاں خدمات انجام دیں ہیں۔ یہ حضرات اعلیٰ پایہ کے مذہبی سکالر تھے۔ جنھوں نے صحابہ کرام کے جاری کردہ کام کو آگے بڑھانے میں دن رات محنت شاقہ سے کام کیا۔ دینی ادب کے فروغ کے لیے کشمیری قلمکاروں کی کوششیں اب بھی جاری ہیں۔

حوالہ جات

(۱) وانی، محمد اشرف، کشمیر میں اسلام، سرینگر، ۲۰۰۴ء، صفحہ ۵۰

(۲) بزاز، پریم ناتھ، کشمیری مسلمانوں کی جدوجہد آزادی، دہلی، ۱۹۹۵ء، صفحہ ۴۹

(۳) ایضاً ، صفحہ ۹۷

(۴) صوفی، جی ایم ڈی، ڈاکٹر، کشیر (جلد دوّم)، جامعہ پنجاب، لاہور، ۱۹۴۸ء، صفحہ ۳۴۸

(۵) حاجنی، محی الدین، پروفیسر، کاشر نثر چ کتاب، سرینگر، ۱۹۸۲ء، صفحہ ۱۲۸

(۶) حاجنی، محی الدین، پروفیسر، وولر کی مُلر، سرینگر، ۱۹۸۰ء، صفحہ ۴۵

(۷) بخاری، محمد یوسف، ڈاکٹر، کشمیری زبان و ادب کی مختصر تاریخ، اسلام آباد، ۱۹۸۹ء، صفحہ ۱۹۱

(۸) بخاری، محمد ضیاء الحق، سید، قرآن مجید، تاج کمپنی لمیٹڈ، لاہور، ۱۹۹۱ء، دیباچہ

(۹) حاجنی، محی الدین، پروفیسر، وولر کی مُلر، سرینگر، ۱۹۸۰ء، صفحہ ۱۳۵

(۱۰) رینا، تری لوکھ ناتھ، کشمیری ادب کی تاریخ، دہلی، ۲۰۰۲ء، صفحہ ۱۶۲

(۱۱) غلام نبی خیال، اوتار کرشن رہبر، کاشر نثر، سرینگر، س ن، صفحہ ۳۱

(۱۲) ایضاً

(۱۳) مولوی یوسف شاہ، بیان الفرقان المعروف تعلیم القرآن، جلد اوّل، سرینگر، ۱۹۷۳ء

(۱۴) مشعل سلطانپوری، کاشر نثر کی تامیر کار، سرینگر، ۱۹۸۲ء، صفحہ ۲۱۸

(۱۵) حاجنی، محی الدین، پروفیسر، وولر کی مُلر، سرینگر، ۱۹۸۲ء، صفحہ ۱۳۵

(۱۶) ایضاً (۱۷) ایضاً

(۱۸) ایضاً (۱۹) ایضاً

(۲۰) بخاری، محمد ضیاء الحق، سید، قرآن مجید، لاہور، ۱۹۹۱ء، دیباچہ

Majallah Tahqiq
Research Journal of
the Faculty of Oriental Learning
Vol: 35, Sr.No.96, 2014, pp 11 - 34

مجلّہ تحقیق
مجلّہ کلیہ علوم شرقیہ
جلد ۳۵، جولائی۔ستمبر ۲۰۱۴ء، شمارہ ۹۶

مکاتیبِ فقیرؒ کا فنی اور موضوعاتی جائیزہ

محمد جنید اکرم☆

Abstract:

To publish the letters of great men, and in this way explore the hidden aspects of their lives has been a popular practice since one and a half century. The following article is a critical analysis of the letters of an august Punjabi poet, researcher, historian and writer. It will reveal the new aspects of the personality of Baba e Punjabi , Dr faqir mohammad faqir.

کرہ ءارض پر موجود پانچ دریاؤں کا یہ حسین وجمیل خطہ ''پنجاب'' زمانہء قدیم ہی سے اپنی فصلوں اور موسموں کے لحاظ سے جنت نظیر خطہء ارضی کہلواتا چلا آرہا ہے۔یہاں کی ثقافت لاجواب زبان میٹھی، بلیغ اور لوگ فراخ دِل ہیں۔ ہمارے یہاں کے علمانے اپنی زبان کے ساتھ ساتھ دوسری زبانوں کی زُلف سنوارنے میں بھی کوئی کسرنہیں چھوڑی۔ بالخصوص فارسی اور اُردو زبانوں کے ادب کو فنی اور فکری بلندیوں سے مالا مال کرنے میں اہل پنجاب نے بڑا کردار ادا کیا ہے۔اُردو زبان کو تو جس قدر فنی پختگی اور فکری شعور پنجابیوں نے عطا کیا وہ خود اُن کو نصیب نہ ہوا جن کی اُردو مادری زبان تھی۔ مولانا الطاف حسین حالی، محمد حسین آزاد، ظفر علی خان، علامہ محمد اقبال، فیض احمد فیض اور نجانے کتنے اور نام لیے جاسکتے ہیں۔اسی لیے تو علامہ ڈاکٹر محمد اقبال سے ایک مجلس میں اپنی مادری زبان کی بڑھائی بیان کرتے ہوئے بابائے پنجابی ڈاکٹر فقیر محمد فقیر نے جب یہ چومصرہ پڑھا :

☆ ریسرچ اسکالر، ڈاکٹر فقیر محمد فقیر ریسرچ چیئر، شعبہ پنجابی،، پنجاب یونیورسٹی، لاہور)

میری بولی ایہہ جو بولی، سگویں جاچی تولی
ظفر ،آزاد، اقبال، تِناں دے گھر دی ایہو بولی
ٹانویں ٹانویں لفظ پرائے، باہر قلم دی واکوں
جھڑے ساکوں اُردو وَرتے ہمیں وَرتے اُس ساکوں

تو علامہ خوشی سے جھوم اُٹھے اور فرمانے لگے ''تم سچے ہو تمہارے پاس دلیل ہے، تُم پنجابی میں کسی زبان کا لفظ لکھ لو وہ تمہارا ہے'' (۱) فقیر محمد فقیر پنجابی زبان کے عاشق صادق تھے اور اُنہوں نے اپنا تن من دھن سب کچھ پنجابی زبان کے فروغ اور ترقی کے لیے وقف کر دیا تھا۔ مگر اِس حقیقت کے باوجود وہ طبعاً اور مزاجاً متعصب نہیں تھے۔ وہ عشق کو پاک اور تعصب کو منفی جذبہ سمجھتے تھے۔

بابائے پنجابی نہایت جدت پسند اور ترقی پسند ذہن کے مالک تھے۔ اُنہوں نے ادب تخلیق کرتے ہوئے جدید دَور کے تقاضوں کو مدِ نظر رکھا ہے۔ اُن کے ہاں ''ادب برائے ادب'' کی جھلک نظر آتی ہے مگر کم کم اور ''ادب برائے زندگی'' تو جیسے اُن کا مقصدِ حیات تھا۔ اُنہوں نے پنجابی زبان کے ادب کو نت نئے آفاقی موضوعات سے مالا مال کر دیا۔ دوسری زبانوں کے علما پنجابی کو علاقائی اور محدود خطے میں بولی، پڑھی اور سمجھی جانے والی زبان کہتے تھے بابائے پنجابی نے اپنی علاقائی زبان کو ملی، قومی، بین الاقوامی، آفاقی اور تحریکی زندگی میں روز مرہ کے تمام تر موضوعات کا پہناوا اوڑھا کر آفاقی زبان بنالیا۔

اُنہوں نے ایسا کرنے کے لیے دوسری زبانوں کے اساتذہ اور ماہرین کی تقلید بھی کی مگر اپنی زبان کے لیے مجتہد کا کردار بھی ادا کیا۔ پنجابی شاعری کو اُن کی خیالی پرواز نے نکھار بخشا تو پنجابی نثر کو دوسری زبانوں کے نثری قد کاٹھ کے برابر لانے کے لیے اُن کی قلمی بوقلمونیوں نے معرکتہ الآرا کارنامے سرانجام دیئے۔ احسان دانش نے بابائے پنجابی کے لیے سچ ہی تو کہا تھا۔

تھا تیری فکرِ رسا کے سامنے حُسن بیاں
ناز کرتی تھی تیری ہستی پہ پنجابی زباں

اِس میں کیا شک ہے کہ اپنے فن کا تو اُستاد تھا
مستند تھا سر بسر جو بھی تیرا ارشاد تھا(۲)

اپنی ادبی زندگی کی آپ بیتی بعنوان ''میری آپ بیتی'' میں اپنے پہلے مجموعہ ءکلام کی تکمیل پر گوجرانوالہ کے ایک بزرگ اُستاد حکیم منشی امام دین کی خدمت میں حاضری کا قصہ یوں بیان کرتے ہیں:

''مَیں اپنا مجموعہ کلام لے کر اُن کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اُنہوں نے جستہ جستہ اُسے اُلٹ پلٹ کر دیکھا اور اپنے بڑے صاحبزادے کو آواز دی، عبدُ اللہ بھائی ذرا دِیا سلائی تو لانا۔ حکیم صاحب نے میرا مجموعہ کلام اُلٹ کر زمین پر رکھا اور اُسے آگ لگا دی۔ ایک کاغذ اپنے بستر سے نکالا اور اس پر صرف میر، نحو میر، فلسفہ کی ابتدائی کتب صغریٰ و کبریٰ اور قواعد العروض از خلیل احمد بصری لکھ کر میرے ہاتھ میں دیتے ہوئے فرمانے لگے لو بیٹا اِن کتابوں کا اہتمام کرو اور میرے جلتے ہوئے مجموعہ کلام کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمانے لگے اِس مجموعے کا ایک ایک شعر بھول جاؤ۔'' (۳)

گویا اُنہوں نے اپنے تخلیقی سفر کا آغاز انتہائی صبر آزما حالات میں نہایت کٹھن مشقِ سخن کے ساتھ کیا۔ آپ کی زندگی کا ابتدائی دور اندرونی اور بیرونی خلفشار اور حادثات سے بھرا پڑا ہے۔ والد کی وفات کا حادثہ ءجانکاہ، رومانوی ہجر و وصال کے صدمات اور پھر مُلکی دگرگوں حالات نے فقیر کے قلم کو جِلا بخشی اور اُس کا تخلیقی حُسن روز بروز نکھرتا چلا گیا۔

مکاتیبِ فقیر کے فنی محاسن کا جائزہ کے دوران میں یوں محسوس ہوتا ہے کہ فقیر نے غالب کی طرح شعوری طور پر بنا سنوار کر مکتوب نگاری نہیں کی نہ ہی اُن کے پیش نظر ''مکاتیب فقیر'' کی اشاعت کا کوئی منصوبہ یا خواہش تھی۔ جس قدر خطوط اب تک دستیاب ہوئے ہیں تمام اِس بات کے شاہد ہیں کہ وہ کسی نہ کسی ضرورت کے تحت اچانک ہی لکھے گئے۔ یہ فقیر کا قلمی حُسن و جمال ہے کہ فوری اور نظریہ ءضرورت کے تحت لِکھی گئی ایک تحریر بھی ادب عالیہ کا شاہکار بن کر پنجابی ادبی تاریخ

میں زندہ و پائندہ ہو جائے۔

مکاتیب فقیر میں کوثر و تسنیم سے دُھلی ہوئی اُن کی آسان فہم، سادہ اور سلیس زبان ہے جو کہ پوری آب و تاب کے ساتھ ہر خط میں جلوہ گر ہوتی ہے۔ الفاظ کا انتخاب اور نشست و برخاست پوری شان و شوکت اور آن بان کے ساتھ اُن کی زبان کے حُسن کو نکھارتے ہیں۔ لفظوں کی معنوی عظمت، سادگی اور فطری اندازِ بیان کے معترف اُن کے ہم عصر بھی رہے ہیں اور آنے والے ادوار کے ذی شعور اور سخن فہم طلبائے علم و ادب بھی ہمیشہ رہیں گے۔ اُردو نثر پڑھتے ہوئے کوئی تصور بھی نہیں کر سکتا کہ اِس قدر خوبصورت اُردو زبان لکھنے والا یہ قلمکار ''بابائے پنجابی'' کے عظیم منصب پر براجمان ہے۔ رہی پنجابی زبان تو اُن کی پنجابی نثر پڑھتے ہوئے صاف معلوم ہوتا ہے کہ الفاظ قطار در قطار ہاتھ باندھے ہوئے تختِ فقیری کے سامنے اپنی اپنی مناسب جگہ پر لکھے جانے کے لیے منتظر اور بے قرار کھڑے ہیں۔ بلاشبہ اُن کا تخلیق کردہ ادب پنجابی زبان کی ادبی تاریخ میں ''ادب عالیہ'' کا مقام رکھتا ہے۔

راقم السطور کو اُن کی ذاتی لائبریری میں عربی زبان کے اُمراؤالقیس کے دیوان کے علاوہ فارسی زبان کے رُومیؒ، سعدیؒ، رودکی، حافظ شیرازی، فردوسی، عمر خیام، مرزا عبدالقادر بیدل، رازی، سنائی اور شیخ فریدالدین عطار جیسے عالمی شہرت یافتہ علماء، اساتذہ اور مفکرین کی کتب دیکھنے کا اتفاق ہوا جو وقتاً فوقتاً اُن کے زیرِ مطالعہ رہی ہیں۔ گویا دُنیائے ادب کے اُفق پر چمکنے دمکنے والے تابندہ ستاروں کی کہکشاؤں کی سیر نے اور اپنی زبان میں اپنی خیالی پرواز کی مشقِ سخن نے اُنہیں ایک ماہر فنکار اور ایک عالم فاضل اُستاد کے مقام پر پہنچا دیا تھا۔

مکاتیب میں اُن کی اُردو اور پنجابی نثر نگاری کے فنی محاسن میں سب سے واضح پہلو اُن کے اندازِ ظرافت کا ہے۔ اُن کی طبیعت کا نمایاں پہلو اُن کا خوش طبع ہونا تھا۔ وہ حیوانِ ظریف تھے۔ اُن کی قربت میں رہنے والے کئی ایک بزرگوں نے بتایا کہ جملے کسنا اور جگت لگانا اُن کی مجلس کا خاصا ہوتا تھا۔ وہ جہاں بیٹھتے ساری کی ساری مجلس کشت زعفران بن جاتی تھی۔ اُن کی مجلسی زندگی میں اِس کی بے شمار مثالیں ملتی ہیں۔

حفیظ جالندھری شاہنامہ اسلام تخلیق کر رہے تھے۔ دوسرے تیسرے دن پنجابی ادبی اکادمی کے دفتر واقع ۱۲ جی ماڈل ٹاؤن لاہور میں تشریف لاتے اور بابائے پنجابی کو نئے لکھے جانے

والے اشعار سناتے اور داد وصول کرتے۔ دونوں ہم عمر اور گہرے دوست تھے۔ ایک روز اشعار پڑھتے ہوئے قطب الدین ایبک کے زمانے کا ذکر چل رہا تھا تو حفیظ نے جذبات میں آ کر یہ شعر پڑھا۔

مجھے محسوس ہوتا ہے کہ غازی مرد ہوں میں بھی
پرانے لشکرِ اسلام کا اِک فرد ہوں میں بھی

ڈاکٹر فقیر محمد فقیر قہقہہ لگا کر ہنس پڑے۔ حفیظ خاموش ہوگئے تو بابائے پنجابی فرمانے لگے کہ حضرت ''غازی مرد'' کا مطلب جانتے ہیں آپ؟ اور پھر ہنستے ہوئے بولے اُس زمانے میں گھوڑوں کے ساتھ ساتھ میدان جنگ میں اُونٹ بھی ہوا کرتے تھے لہٰذا آپ اس شعر کو تبدیل کر لیں اور یہاں لکھ دیں۔

مجھے محسوس ہوتا ہے کہ عربی اُوٹھ ہوں میں بھی
پرانے لشکرِ اسلام کی اک جوٹھ ہوں میں بھی (۴)

جوش ملیح آبادی سے گہرے مراسم تھے۔ کراچی کے ایک بازار سے دونوں گذر رہے تھے کہ جوش نے ایک کھڑکی کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ میں ایک روز یہاں سے گذر رہا تھا کہ یہاں دو لڑکیاں کھڑی تھیں۔ ایک دوسری سے بولی دیکھو کتنا قوی مرد ہے۔ ڈاکٹر فقیر ہنستے ہوئے کہنے لگے بڑی فضول تھی وہ ''اتنے بڑے کوے کو کوی کہہ دیا'' اور دونوں قہقہ لگا کر ہنسنے لگے۔ (۵)

مجلسی زندگی کا یہ ظریفانہ انداز اُن کے شعری اور نثری ادب میں بھی گاہ بہ گاہ مسکراہٹوں کے رنگ بکھیرتا ہوا نظر آتا ہے۔ اسی طرح طنز و مزاح اور جملے کسنے کا یہ انداز اُن کے خطوط میں بھی نمایاں نظر آتا ہے۔ اپنے ایک عزیز دوست مستری عُمر دین کے نام خط میں رقمطراز ہیں :

''آپ ٹھہرے ہمارے قبلہ، سو خدارا قبلے کی طرح ازلی ابدی خاموشی کو کبھی توڑ بھی دیا کریں اور اپنی خیریت معہ متعلقین کی خیریت کے اطلاع دے دیا کریں، خدا آپ کو سلامت رکھے'' (۶)

مستری عمر دین اور میاں احمد دین لوراں بابائے پنجابی ڈاکٹر فقیر محمد فقیر کے زمانہ ءلڑکپن

کے دوستوں میں سے تھے۔ اُن کے ساتھ پیار اور محبت کا گہرا رشتہ تھا۔ میاں احمد دین گجرات کے ایک خوبصورت گاؤں لوراں کے رہنے والے تھے۔ بابائے پنجابی سے دوستی عقیدت اور محبت کی حد تک تھی۔ بابائے پنجابی کے پوتے بھائی عبدالباسط، جو عمر بھر اپنے عظیم دادا کے خدمت گذار رہے ہیں وہ روایت کرتے ہیں کہ میاں احمد دین کو بابائے پنجابی کی اولاد میں تمام افراد خانہ باپ کا درجہ دیتے اور ہمیشہ ''چاچا جی'' ہی کہہ کر بلاتے تھے۔ بھائی عبدالباسط بتاتے ہیں کہ چاچا جی احمد دین تو جیسے ''ابا جی'' (بابائے پنجابی) کے مرید تھے۔ ہر وقت ساتھ ساتھ ہی رہتے یہاں تک کہ جب بابائے پنجابی نے وفات پائی اور حضرت مبارک شاہؒ کے پہلو میں آرام فرما ہوئے تو چاچا جی احمد دین ہر روز رات کو مزار کے اندر بابائے پنجابی کے قدموں ہی میں رات بسر کرتے۔ تا دمِ آخر یہی طریقہ رہا اور آخر کار وہیں مزار کے احاطے میں وفات پا گئے۔ ۱۹۲۵ء کے قریبی دور میں فقیر مرحوم گوجرانوالہ میں اپنا مطب بند کر کے لاہور آ گئے۔ یہاں رنگ محل کے علاقہ میں ایک گھر کرایہ پر لیا اور ''پاک تعمیرات'' کے نام سے ٹھیکیداری کی ایک کمپنی بنائی اور لاہور شہر کو اپنا عارضی مسکن بنا کر پیشہ ورانہ اور علمی ادبی زندگی کا آغاز کر دیا۔ لاہور میں ہی شب و روز گذرنے لگے۔ ہفتہ دس دِن بعد گوجرانوالہ گھر کا چکر لگا آتے۔ اسی زمانہ میں میاں احمد دین لوراں کے ایک خط جس میں اُنہوں نے لاہور آنے اور ڈاکٹر فقیر کے ساتھ چند دِن گذارنے کی خواہش کا اِظہار کیا، اُس خط کا جواب لکھتے ہوئے رقمطراز ہیں :

> ''لاہور آنے سے پہلے مجھے اِطلاع دے دیں کہ آپ کس گاڑی پر آئیں گے۔ آتی دفعہ ایک چادر اور ایک گرم لوئی ضرور لائیں۔ فرش میرے ہاں موجود ہے، گذارہ ہو جائے گا''۔ (۷)

میاں احمد دین لوراں ہی کے نام ایک اور مکتوب میں لکھتے ہیں :

> ''بروز پیر آپ سے رُخصت ہو کر رات کو گھر پہنچا تو بخار ہو گیا۔ پیر تک یعنی آٹھ یوم رہا، منگل کو اُتر گیا، منگل ہی کو یعنی آج میں لاہور آ گیا ہوں۔ بہت تکلیف دہ بخار تھا (الحمدُ للہ)۔ لوگ کہتے تھے کہ یہ باجرے کا بخار ہے۔ مَیں کہتا تھا ہوگا۔ بہر حال خوب چڑھا ایسا مزہ پہلے کبھی نہیں آیا۔'' (۸)

خواجہ اقبال فیروز کے بابائے پنجابی ڈاکٹر فقیر محمد فقیرؒ کے ساتھ گہرے علمی، ادبی، قلمی اور قلبی روابط اور مراسم رہے ہیں۔ اقبال فیروز اوری اینٹل کالج کے طالب علم اور بعدازاں شعبہ فارسی میں اُستاد بھی رہے ہیں۔ چند ذاتی مسائل کی وجہ سے اُنہیں یونی ورسٹی کی ملازمت کو خیر باد کہہ کر واپس لوٹنا پڑا۔ خواجہ اقبال فیروز زمانہء طالب علمی اور کچھ عرصہ بعد میں بھی ''پنجابی ادبی اکادمی'' میں بحیثیت پبلی کیشنز آفیسر کام کرتے رہے ہیں۔ بابائے پنجابی سے محبت کی بنا پر طرفین کے مابین بذریعہ خط کتابت ملاقاتوں کا سلسلہ تسلسل کے ساتھ جاری رہا۔ اقبال فیروز بابائے پنجابی کو بچوں کی طرح عزیز تھے اور اُنہیں خط لکھتے ہوئے بعض اوقات محبت میں شگوفے چھوڑتے اور چٹکلے سناتے۔ ان خطوط کا سرسری جائزہ لیتے ہوئے ان میں سے شگفتہ مزاجی کے چند نمونے آپ کی خدمت میں پیش کیے جاتے ہیں۔

۱۱، اپریل ۱۹۶۵ء کو اقبال فیروز کے نام لکھے ہوئے ایک خط کا آغاز اس طرح کرتے ہیں۔

'' عید دیاں خوشیاں منان لائل پور جان توں میں تہانوں روکیا نہ، ایس خیال تے کہ دن دیہاڑ بڈھیاں نہیں بالاں دیاں خوشیاں لئی ہُندے نیں۔ پر ویکھن والی گل ایہہ وے کہ تُسیں بال او یا بُڈھے؟ میرے خیال وچ تُسیں بُڈھے او بال نہیں۔ کیوں جے اک جامعہ کُلیہ دا اُستاد پُختہ کار بابا ای ہوسکدا اے بال نہیں ہوسکدا۔ فیر جامعہ کُلیہ پنجاب ورگے تعلیمی مرکز دا اُستاد تے اِک سترے بہترے توں گھٹ کیہ ہووے گا۔'' (۹)

۴، جنوری، ۱۹۶۹ء کو ایک خط اقبال فیروز کے نام تحریر کیا ہے۔ لکھتے ہیں:

''خداوند تعالیٰ موجودہ خوشی پر اُس خوشی کا دن بھی جلد دکھائے جب آپ زندگی کی بنیادی ذمہ داریوں کو مجلسی طور پر سرانجام دینے کا زبانی اقرار فرمائیں گے اور ہم سب خوش ہوں گے کہ آپ بھی ہماری طرح زندگی کے اس سفر کے لیے روانہ ہو گئے ہیں جس میں ایک دلنواز ساتھی کی ہر فرمائش آپ کے لیے سنگ

میل ہوگی۔ نجانے آپ سامنے آنے والے ہر نئے موڑ پر کس جذبہ کی سرشار رفتار سے گذریں گے، ہم سب بہر حال آپ کو دیکھ دیکھ کر ہنسیں گے اور ہنستے جائیں گے۔ خدا آپ کو صحت اور استقامت کی دولت سے سرفراز فرمائے (آمین)۔''(۱۰)

۲۶، فروری، ۱۹۶۹ء کو اقبال فیروز کے نام لکھے ایک خط میں اوری اینٹل کالج کے سابق پرنسپل ڈاکٹر محمد باقر اور معروف اسکالر مولا بخش خضر تمیمی سے ملاقات کا تذکرہ اِس طرح کر رہے ہیں:

''۲۴، فروری کو حسب اطلاع لاہور گیا تھا۔۔۔۔ میٹنگ کے بہانہ سے طویل عرصہ بعد ڈاکٹر صاحب اور خضر راہ سے مل بیٹھنے کا اتفاق ہوا۔'' (۱۱)

۳۰، جنوری ۱۹۷۲ء کے لکھے ایک خط میں محبت بھرے لہجے میں اقبال فیروز صاحب کی سرزنش کر رہے ہیں:

''مجھے اِس امر کا پہلے سے علم تو ہے کہ آپ کی علمی فضیلت کو قلم اور کاغذ سے نہ صرف اختلاف ہے بلکہ طبعی نفرت بھی ہے۔ اِس ضمن میں صرف یہ عرض کروں گا کہ کبھی کبھار میرے لیے دو چار سطور کا وقتی ضیاع برداشت کر کے اپنی خیریت سے مطلع کر دیا کریں، جو ایک کہن سال قلب کے لیے باعث تسکین ہوگا اور آپ کے لیے لائل پور ہی بیت اللہ بن کر حج اکبر کا اہتمام کر دے گا۔'' (۱۲)

۱۴، اکتوبر ۱۹۷۲ء کو گوجرانوالہ سے اقبال فیروز کے نام ایک مکتوب میں رقمطراز ہیں:

''ڈاکٹر اصغر علی چوہدری نہایت ہی مخلص اور ہمدرد ہیں۔ گذشتہ تقریباً چار ماہ سے وہ بڑے اہتمام کے ساتھ میرے علاج معالجہ میں لگے ہوئے ہیں۔ دِل کے متعلق بھی وہ خاص دوائی استعمال کروا رہے ہیں۔ مگر دِل آخر دِل ہے، اب تو یہ کیفیت ہے کہ بعض اوقات دو تین دفعہ بھی دِن میں اختلاج کے دورہ پر نکل پڑتا ہے۔ اور مَیں ہوں کہ اِس کے ساتھ ساتھ ہو لیتا ہوں اور یہ سمجھتا ہوں کہ

یہ فاعلِ حقیقی کا ایک فعل ہے جس کے لیے اُس کا شکریہ ہی ادا کرنا چاہیے۔
اس لیے ''الحمدُ للہ'' کو وِردِ زبان رکھتا ہوں''۔ (۱۳)

آپ کے سب سے بڑے صاحبزادے محمد اشرف ۱۹۶۹ء میں وفات پا گئے۔۱۴، جولائی ۱۹۷۱ء کو ڈاکٹر سید اختر حسین اختر، ایڈیٹر لہراں، لاہور، کو ایک خط میں لکھتے ہیں :

'' معلوم ہُندا اے وچارے اشرف دی وفات دے بعد وی کجھ نحوست دیاں گھڑیاں اجے باقی سن، جہناں دی نیت میرے نال متکا لان دی سی۔ پر اوہناں نوں میری ملنگی دے ہٹھ دا علم نہیں سی۔ ڈیڑھ مہینہ پہلاں ایہہ گھڑیاں معیادی بخار نوں نال لے کے، جہنوں ڈاکٹر ٹائیفائیڈ آکھ کے وچارے بیماراں نوں تراہ ڈرالیندے نیں، میرا پتہ پُچھدیاں آ پجیاں، پر میری آوارگی دی وجہ توں اوہ مینوں لبھ نہ سکیاں۔۔۔

تِن واری راہ دے کجھ موڑاں تے اوہناں دا ٹاکرا وی ہویا، پر مَیں اک واری تِن دِن، دوجی وار چار دِن تے تیجی واری تِن دِن وچ ایہہ یقین دوان لئی کامیاب ہو جاندا رہیا کہ میں اوہ فقیر نہیں جہنوں تُسیں لبھدیاں پھردیاں او، گلوں لاہ چھڈدا رہیا۔ پر لگدا اے کہ مشیت چوتھی واری اوہناں نوں پکیاں کر کے گھلیا اے کہ ایہو فقیر ای ساڈی مراد اے، ایہہ پرتیاں تے آکے مینوں گلاواں پان وچ کامیاب ہو گئیاں۔ مَیں سمجھ گیا کہ ایدکیں میری سخت جانی دا امتحان اے۔ خدا دا لکھ لکھ شکر اے کہ مَیں سولاں ستاراں دِناں دے گھول گھلے وچ اوہناں نوں بھانج پان وچ فیر کامیاب ہو گیا۔ میتھوں اوہناں کنڈ تے لوا لئی پر مَیں وی دموں نکل گیا۔۔۔

اج تیکر اوسے کمزوری نوں گلوں پیا لاہنا، جہڑی بہت ساری گلوں لہہ گئی اے تے تھوڑی جہی اجے باقی اے۔ تُسیں دوجے سجن او جہناں نال اپنی ایس کشتی دا

ذکر پیا کرنا۔ پہلے ڈاکٹر محمد باقر ہوریں سن جہناں نال بڑی رازداری نال ایہدا ذکر کیتا سی۔ لُکاء دی وجہ ایہہ سی کہ میں ایہنوں اپنی سخت جانی دی لُہائی سمجھدا ساں، خیال ایہہ آؤندا سی کہ جہڑا سُنے گا کیہ آکھے گا پئی ایہہ اوہ ای پہلوان ایں جہڑا بڑیاں بڑیاں بلاواں نوں دیہاڑی دُونہہ وچ گلوں لاہ چھڈدا رہیا اے؟ ایہنوں کیہ بنیاں؟

تُہانوں وی ایس گل دی پکی جے ایہدا کسے نال بھوگ نہ پایا جے۔ میں ان شآء اللہ دُونہہ چونہہ دناں وچ کسے ویلے آکے تہانوں ایس گل دا یقین دوا دیاں گا کہ اللہ دے فضل نال کوئی گل نہیں سی۔'' (۱۴)

مندرجہ بالا اقتباس کو پڑھنے کے بعد راقم الحروف کی ایک پنجابی غزل کے مندرجہ ذیل شعر کی جیتی جاگتی تصویر سامنے آجاتی ہے :

جدوں بولی پنجاب دی وچ لکھے، خط شاعراں دے پڑھے جان لگے
مزہ لین گے غالب دے وانگ لوکیں اک دوجے نوں ساڈے سُنا کے خط (۱۵)

۲۸، فروری ۱۹۶۹ء کو لکھا ہوا ڈاکٹر سید اختر حسین اختر کے نام ایک خط جس میں اپنی بیماری سے متعلق اطلاع دیتے ہوئے بابائے پنجابیؒ کا اندازِ ظریفانہ ملاحظہ فرمایئے :

'' مَیں حضرت اید کیں ٹیکیاں تے گولیاں دے لمے چکر وچ رہیاں تے اجے تیکر ہاں۔ خدا ایہناں نوں مگروں لائے یا فیر سانوں ای ایہناں دے مگروں'' (۱۶)

بعض لوگ شعر و شاعری میں بابائے پنجابیؒ کے شاگرد ہونے کے دعوے دار ہیں، جبکہ روایات میں گنتی کے چند نام ملتے ہیں جن کو باباجی نے اپنی شاگردی میں قبول کیا۔ اُنہی میں فیصل آباد کے رہنے والے اسیر سوہلوی سرِ فہرست ہیں۔ وہ بڑے مضبوط لب و لہجہ کے شاعر تھے اور بابائے پنجابی اس مناسبت سے اُنہیں بڑی محبت اور پیار سے ملتے تھے۔ ۴، جنوری ۱۹۷۲ء کو اپنے اسی عزیز شاگرد اسیر سوہلوی کو ایک خط میں لکھتے ہیں :

'' سُنا یارا پنا تے اپنے کم دھندے دا ہُن کیہ حال ای ؟ کدھرے ہتھ اڑیا ای

کہ نہیں ؟ فرید دا لکھ کہ اوہدی صحت تے کم کاج کیسے نیں ؟ مینوں سمجھ نہیں
آ ؤندی خورے توں نماز دے نال نال ہُن بھنگ تے نہیں پین لگ پیا ؟
اپنے آپ تینوں کدی حال حیلہ لِکھن دا چیتا ای نہیں آ ؤندا۔ کدی ورھے چھے
ماہیں جے میں ای پُچھ گچھ لاں تے واہ بھلا، توں اجہی دَڑ وٹنا ایں جے چُپ
ای بھلی۔'' (۱۷)

جہاں تک اُن کے مکاتیب کے موضوعات کا تعلق ہے تو خطوط میں ذاتی نوعیت کے معاملات کم کم نظر آتے ہیں۔ ذاتی نوعیت کی گفتگو زیادہ تر احمد دین لوراں، اقبال فیروز اور اسیر سوہلوی کے نام لکھ گئے خطوط میں کہیں کہیں نظر آتی ہے۔ بعض مقامات پر حکمت، دانائی، دانشوری اور فلسفیانہ گفتگو کی گئی ہے۔ مگر یہ بات طے ہے کہ اُن کے مکاتیب کے بالعموم موضوعات پنجابی زبان کی ترقی اور فروغ کے لیے کچھ نہ کچھ کرتے رہنے کی ہدایت اور کام، کام اور صرف کام کرنے پر دوسروں کو اُکسانا ہے۔ پنجابی پیار کی باتیں تحریر کا موضوع نہ ہوتے ہوئے بھی اُن کی نوکِ قلم کی زینت بن جاتیں۔ ہر دوسری بات گھما پھرا کر پنجابی زبان کے فروغ کے لیے کچھ کرتے رہنے پر ختم ہوتی۔ اقبال فیروز ''پنجابی ادبی اکادمی'' کے پبلی کیشنز آفیسر تھے۔ ہمارے ہاں کتابوں کی اشاعت کے بعد بڑا کٹھن مرحلہ اُن کی مارکیٹنگ اور ترسیل کا ہوتا ہے۔ ۱۱، اپریل ۱۹۶۵ء کو اقبال فیروز کے نام لکھے ہوئے اِسی سلسلہ کے ایک خط میں رقم طراز ہیں :

''کل جد ڈاکٹر محمد باقر صاحب نال ایس مسئلے تے گل بات ہوئی کہ پونے دو
لکھ دیاں کتاباں بند پئیاں نیں ایہناں دے نکاس دی کوئی صورت کریئے تے
اوہناں جواب وچ آکھیا : بیبا! کم نال کسے دا تعلق نہیں۔ ہُن ویکھو نا اقبال
ہوریں کل مینوں پُچھ کے ٹُر گئے نیں۔ میں آکھیا سی کہ کتاباں لئی اشتہار دیو،
اج تیکر اِشتہار وی نہیں دِتا گیا۔ نہ کوئی ہور آدمی اگے آندا گیا اے جہڑا پھر ٹُر
کے ایہہ انتظام کردا۔ اخبار دا کم اوتھے دا اوتھے ای اے۔ کتاباں دی لِسٹ
مساں بنی ایں اوہدے تے وی بڑا ای وقت صرف ہو گیا اے۔ ایہہ سارے

کم پبلی کیشنز آفیسر دے سن۔۔۔

چن جتھوں تیکر تہاڈے اگے دا تعلق اے، کجھ چر سٹی لائل پورنوں بُھل جاوَ تے پبلی کیشنز دے کم وچ ایہناں کو انٹریسٹ لوو کہ اک تے سیل ڈپو تے دوجے اپنے پریس تے باہرلے پریس دے کم وچ باقاعدگی آجائے تے کم ویلے سر نبھدے جان۔۔۔عیدوں دوجے دِن فوراً لاہور اپڑ کے لوڑی دے کماں وَل پوری توجہ دیو۔ میری نصیحت تے ایہہ ای جے کم کم تے اوہ وی اج دا اجو، خدا تہاڈی ہر کم وچ مدد فرمان''۔(۱۸)

اُردو اور پنجابی زبانوں کے معروف ادیب، محقق اور نقاد مرحوم شفیع عقیل کے نام ۱۱ جنوری ۱۹۵۹ء کو ایک خط میں لکھتے ہیں :

''آپ کی اطلاع کے لیے پنجابی ادبی اکادمی نے ایک کتاب ''پنجابی قصے فارسی زبان میں'' چھاپی ہے۔ یہ اکیڈمی کی پہلی کتاب ہے تیاری پر روانہ کروں گا۔ دوسری کتاب ''دیوانِ غنیمت کنجاہی'' چھپ رہی ہے اور تیسری کتاب ''بُلھے شاہ'' معہ کافیاں، پورا کلام اور ایک میرا تنقیدی اور تاریخی نوٹ تین سو صفحات کے ساتھ چھپ رہی ہے۔ اِن شآءاللہ تیاری پر یہ بھی بھجوائیں گے۔

اکیڈمی کے دفتر کے لیے عجائب گھر لاہور کا ایک ملحقہ کمرہ حاصل کرلیا گیا ہے جس میں اِن شآءاللہ مارچ سے باقاعدہ رسالے اور دیگر طباعت کا کام شروع کردیا جائے گا۔۔۔

رسالے کے لیے مضمون کی کچھ ادائیگی (معاوضہ) کا بھی اہتمام ہوگیا ہے۔ اپریل کے پرچہ سے ہر اشاعت کا مناسب معاوضہ دیا جائے گا۔ چنانچہ جلد ہی کوئی مضمون بھجوائیں تا کہ اپریل تک آپ کے سابقہ مضمون اور موجودہ مضمون کی رعائت سے حق نسبت بھی قائم رہے''۔(۱۹)

ایک اور خط میں شفیع عقیل کو لکھتے ہیں :

''تُسیں ایہہ سُن کے خوش ہووو گے کہ ''پنجابی'' نوں اکیڈمی نے براہ راست اپنے ہتھ وچ لے لیا اے تے ایہہ فیصلہ کیتا اے کہ پنجابی دا ہر پرچہ اگوں توں خاص نمبر ہویا کرے گا۔ اپنے ایس فیصلے مطابق اسیں اگلا پرچہ ''لوک گیت نمبر'' کڈھ رہے آں۔ نالے اکیڈمی نے اپنے لکھاری ساتھیاں نوں مناسب معاوضہ دین داوی فیصلہ کیتا اے۔۔۔

مینوں یقین ایں جے تُسیں لوک گیتاں بارے کوئی چوندا چوندا مضمون لکھ کے ایس نمبر دے بنان سجان وچ ضرور میرا ساتھ دیو گے''۔(۲۰)

شفیع عقیل کے نام لکھے ایک اور خط میں رقمطراز ہیں :

''میں کراچیوں آ کے ڈِھلا مٹھا ای رہیا تے خط نہ لکھ سکیا۔ ہُن رب دا فضل اے۔ تہانوں ایہہ سُن کے خوشی ہووے گی کہ تہاڈے ''پنجابی'' نوں اکیڈمی نے اپنی سرپرستی وچ کڈھن دا فیصلہ کیتا اے تے نالے اگوں توں ایہہ وی کہ پرچہ سہ ماہی کڈھیا جائے گا۔ مضموناں دا مناسب معاوضہ دین دی گل وی ٹکی گئی اے۔ میں زبانی تہانوں پکی کر آیا ساں کہ کوئی چوندا چوندا علمی، تحقیقی یا تنقیدی مضمون چھیتی بجھوانا پر اجے تیکر تُساں کوئی خیال نہیں کیتا۔ مینوں یقین ایں کہ ہُن بغیر آہلک کیتے ایدھر دھیان دیو گے۔ جنی چھیتی ہو سکے کوئی مضمون گھلو''۔ (۲۱)

۳۰، اپریل ۱۹۶۲ء کو شفیع عقیل کے نام لکھے جانے والے ایک خط میں ایک نئی خبر دی جا رہی ہے۔ لکھتے ہیں :

''اج دی ضروری گل سُن لو۔ اکیڈمی ''وارث'' دے ناں نال اِک ہفتہ وار جاری کر رہی اے۔

پہلا پرچہ جون دی پہلی نوں نکلے گا۔ پرچے دی ترتیب وچ کلاسیکل ادب یا

پنجابی زبان دا تاریخی، علمی، ادبی، فنی تے سماجی ورثہ ورگے عنوان نیں۔ اُمید اے تُسیں اپنے مزاج دا کوئی مضمون چھیتی بھجوا دیو گے کیوں جے وقت بہت تھوڑا اے۔ اکیڈمی نے لکھاریاں دے کم دا معاوضہ دینا وی منظور کر لیا اے''۔(۲۲)

شفیع عقیل کے نام ہی ایک اور خط میں بھی مضمون جلد بھجوانے کی بات ہو رہی ہے۔ لکھتے ہیں :

'' چن ! مینوں ایدوں پہلاں تیری کوئی چٹھی نہیں ملی۔اج اک چٹھی ملی اے جہدے وچ تُساں تاریخ دا پُچھیا اے۔رسالہ نکل تے یکم جولائی نوں رہیا اے پر مضمون مینوں بڑی چھیتی ملنا چاہیدا اے۔سارا کم تھوڑا جہیا نہیں نا! نال نال کم مکدا جائے تے چنگا ہووے گا۔اکو واری تے کم نوں نبھانا ذرا اوکھا ہو جاندا اے۔مہربانی کر کے کوئی بانکا جیہا مضمون لوک گیتاں بارے بھجواؤ''۔(۲۳)

پاکستان میں پنجابی لکھنے والوں کی پہلی صف میں چوہدری محمد حنیف کا نام بھی نمایاں ہے۔ اُنہیں ۸، مارچ ۱۹۵۶ء کو لکھے گئے ایک خط میں بابائے پنجابی رقمطراز ہیں :

'' پنجابی لئی ویلے کویلے قلم ہلاندے رہیا کرو۔کجھ کرن جوگ سجن جے دھیان نہ دیہن تے ایہہ کم کویں چلے گا ؟ وڈا کم ایہہ وے کہ ایہدے لئی اپنے آل دوالے ایہدے گاہک بناؤ۔ایس ویلے تیک تہاڈا'' پنجابی'' چوکھے لمے گھاٹے وچ جا رہیا اے۔تے جے ایہدی صورت انجے ای رہی تے نتیجہ سامنے جے''(۲۴)

۱۶، مارچ، ۱۹۵۶ء کو چوہدری محمد حنیف کے نام ایک خط میں رقمطراز ہیں :

'' پنجابی لئی تسیں کجھ کرن دا جہڑا ارادہ ظاہر کیتا اے، میرا خیال اے ایہہ ساڈا ساریاں دا سانجھا فرض اے۔ اسیں جے ایہدے ول دھیان نہ کراں

گے تے ہور کون کرے گا۔ رہی قوم تے اوہ رب دے فضل نال بڑی سنجوڑی تے ''فرض شناس'' اے۔ اوہدے کولوں اپنے آپ کوئی اُمید رکھنی فضول جہی گل اے''۔(۲۵)

خواجہ نور کاشمیری نے بہت چھوٹی عمر ہی سے مہینہ وار پنجابی میں لکھنا شروع کر دیا تھا۔ وہ بتاتے ہیں کہ باباجی مجھے کوئی بزرگ سمجھتے رہے۔ خط کتابت ہی کے ذریعے اُن سے رابطہ تھا، اور میں اُن دنوں کراچی میں مقیم تھا۔ مگر جب اُن سے پہلی دفعہ لاہور میں ملاقات ہوئی تو وہ مجھے ایک نوجوان لڑکا دیکھ کر حیران رہ گئے۔ خواجہ نور کاشمیری کے نام یکم مئی ۱۹۶۲ء کو ایک خط میں لکھتے ہیں :

''اِک نویں خبر سن لؤ، اکیڈمی یکم جون نوں ''وارث'' دے ناں نال اِک ہفتہ وار پنجابی کڈھ رہی اے۔ اپنی من مرضی دا کوئی مضمون بھجواؤ۔ ڈاہڈا اگاھواں تے بچاواں۔ اوہدی اشاعت دے بعد اکیڈمی مناسب معاوضہ وی پیش کرے گی۔ وقت بہت تھوڑا اے کالھ کریا جے''۔(۲۶)

پنجابی مہینہ وار لہراں کے چیف ایڈیٹر ڈاکٹر سید اختر حسین اختر بتاتے ہیں کہ اُن دنوں پنجاب یونی ورسٹی فاضل کا امتحان لیتی تھی اور مَیں نے اور چند دوسرے دوستوں نے مل کر پنجابی فاضل کا امتحان دینے کا اِرادہ کر لیا۔ جلد ہی ہمیں معلوم ہوا کہ جو لوگ اُردو، عربی یا فارسی میں فاضل کرتے ہیں اُن کے لیے ایف اے، بی اے کے امتحانات میں صرف انگریزی پاس کرنا لازم ہے جبکہ پنجابی میں فاضل کا امتحان پاس کرنے والوں کو ایف اے اور بی اے کے مکمل امتحانات دینا پڑتے ہیں۔

ہم لوگ پنجابی فاضل کی کتب لینے کی خاطر اُردو بازار کی نکر پر موجود پنجابی کتابوں کی مشہور دُکان ''شیخ بشیر اینڈ سنز'' پر گئے۔ وہاں شیخ بشیر صاحب خود بیٹھے تھے اُن سے بات ہوئی تو وہ فوراً بولے کہ تم یہ بات ڈاکٹر فقیر صاحب سے کیوں نہیں کرتے ؟ ہم نے بتایا ہم تو اُنہیں جانتے ہی نہیں اور نہ ہی اُن سے کوئی تعلق ہے۔ شیخ صاحب فرمانے لگے وہ ہر روز یہاں تشریف لاتے ہیں تم کل اِسی وقت آ جانا۔ مَیں اُن سے بات کر چھوڑوں گا۔ اگلے دن ہم وہاں پہنچے، باباجی سے ملاقات ہوئی۔ فرمانے

لگے کل صبح کچھ اور لڑکوں کو ساتھ لے کر وائس چانسلر کے دفتر کے باہر صبح نو بجے تک پہنچ جانا۔

اگلے دِن صبح وہاں پہنچتے ہوئے ہم طلباء لیٹ ہو گئے اور ہم اِس قدر شرمندہ ہوئے جب یہ دیکھا کہ بابا جی گوجرانوالہ سے خود درخواست لکھ کر ہم سے پہلے وہاں پہنچ چکے تھے۔ درخواست پر ہم سب سے دستخط کروائے اور ہمیں وہیں کھڑا رہنے کا کہہ کر خود وائس چانسلر کے دفتر کے اندر تشریف لے گئے۔ تھوڑی دیر بعد باہر تشریف لائے تو فرمانے لگے ''جاؤ بچو جا کر امتحان کی تیاری کرو اور کل پرسوں کسی وقت شام کو شیخ بشیر صاحب کی دُکان سے آ کر اس آرڈر کی کاپی لے جانا''۔ ڈاکٹر اختر حسین اختر بتاتے ہیں کہ ہم تو خوشی سے ناچنے لگے۔ ہمارا اتنا بڑا مسئلہ بابا جی نے منٹوں میں حل کروا دیا تھا۔

۲۸، فروری ۱۹۶۹ء کو ڈاکٹر سید اختر حسین اختر کے نام لکھے اِس خط میں اِسی بات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے پنجابی کے مزید فروغ کے لیے کچھ نہ کچھ کرتے رہنے کی تلقین کی گئی ہے۔ فرماتے ہیں :

> ''پنجابی فاضل دی مبارک ہووے جے، ہن تے مکمل ڈگری ملن دا فیصلہ ہو گیا اے۔ ایس ریڑھی نوں ہن اگے لے چلن دیاں زور وزور تیاریاں کر لوۓ''(۲۷)

ستمبر ۱۹۵۱ء سے جب مہینہ وار پنجابی جاری ہوا تو بابائے پنجابی نے انگریزی، اُردو اور فارسی زبان میں قلمی معرکے سرانجام دینے والے پنجابی قلمکاروں کی توجہ ماں بولی کی جانب دلائی۔ اُسی سلسلے میں معروف دانش وَر، صحافی اور غالب واقبال کے شارح مولانا غلام رسول مہر کو بھی پنجابی میں لکھنے کی دعوت دی گئی۔ آپ نے ایک مضمون لکھا اور آئندہ کے لیے نہ لکھ سکنے کا عذر بیان کرتے ہوئے یہ بھی درخواست کی کہ آئندہ مجھے پنجابی لکھنے پر مجبور نہ کیا جائے۔ بابائے پنجابی نے مضمون شکریئے کے ساتھ وصول کرتے ہوئے ایک خط میں چند سطور اس طرح رقمطراز کیں۔

> '' مضمون کے لیے تکلیف فرمانے کا شکریہ اور بار بار نوازش نہ کرنے کا کھلم کھلا انکار۔ حضرت گذارش یہ ہے کہ اگر آپ جیسے ان تھک لکھنے والے اپنے

راستے کے پہلے قدم پر ہی ''کوہ نہ ٹری تے بابا تریہائی'' کے محاورہ کو اپنانے لگے تو آپ کے مبتدیوں کا کیا حال ہوگا ؟ غریب ''پنجابی'' کی خالی جھولی میں صرف ایک مشت خیرات ڈالنے پر ہاتھ کھینچ لینا جود و سخا کی شان کے خلاف ہے۔ ماہنامہ پنجابی ہر ماہ اپنی خالی جھولی آپ کے درِ دولت پر پھیلاتا رہے گا۔ مجھے یقین ہے کہ آپ اپنی مادری زبان کے خالی کشکول کو اپنے بھر بھنڈار سے بھرپور کر کے ہی فقیر تک پہنچاتے رہیں گے۔'' (۲۸)

ڈاکٹر رشید انور پنجابی زبان کے معروف شاعر اور ایڈیٹر تھے۔ اُن کا لکھا ایک جنگی ترانہ جسے عالمی شہرت ملی اور بھارتی حکومت نے اِس ترانے کو ریڈیو پاکستان پر بار بار نشر ہونے سے روکنے کے لیے اقوام متحدہ میں جا کر واویلا کیا۔ اُس ترانے کے نہایت مشہور اور زبانِ زدِ عام بول اِس طرح ہیں۔

جنگ کھیڈ نہیں ہُندی زنانیاں دی
مہاراج ! ایہہ کھیڈ تلوار دی اے

آپ نے ''پنجابی زبان'' کے نام سے ایک ادبی ماہنامہ لاہور سے جاری کیا۔ پہلا شمارہ جنوری ۱۹۷۱ء کو شائع ہوا۔ پہلے شمارے کی اشاعت سے قبل اُنہوں نے بابائے پنجابی ڈاکٹر فقیر محمد فقیرؒ سے درخواست کی کہ وہ پنجابیوں کے نام ایک ''پیغام'' تحریر فرمائیں۔ بابائے پنجابیؒ نے ایک خط پہلے شمارے کے لیے لکھا جس میں پنجابی زبان کی ترقی اور فروغ کے لیے نہایت فکر انگیز گفتگو کی گئی ہے۔ یہاں اُس خط میں سے چند اقتباسات پیش کیے جاتےہیں۔

'' یقینی اُمید اے کہ تسیں ایس ماہنامے نوں اپنے دیس تے قوم دی آن تے آبرو دے ودھان لئی اوہدے لوڑی دے راہ پا کے اوہدی منزل وَل لجان لئی دِن رات اک کر دیو گے۔ ماہنامہ ''پنجابی زبان'' دے جاری ہون دی خوشی میتھوں ودھ کہنوں ہوسکدی اے۔ مَیں ایہدے دھندے نوں اوہدوں لے کے ٹریا ساں جدوں ایہدے وڈے وڈے حمایتی جہناں وچ بڑے بڑے

''خان بہادر''، '' آنریبل'' تے ''سر'' وی روح چھڈ گئے سن۔

اج ایس زبان لئی اپنا راہ سدھا تے صاف اے۔ کسے موڑ تے کوئی روک اٹک نہیں۔ ہن جے رہ گیا اے تے اوہ ایہدے اندر خانے دا کوڑا اے جہدے ہُونجن دی بڑی لوڑ اے۔ تے اوہدے کھل کھلارے نوں ویکھ کے اج وی ایہہ آکھنا پیندا اے۔

جہڑے رنگ مے خانے نوں چھڈ یا سی، اوہو رنگ مے خانے دا اج وی اے رِند دو جڑ کے لنگھ سکدے نہیں، بوہا تنگ مے خانے دا اج وی اے

سمجھ نہیں آوندی ایہناں اندرونی لاگاں ڈانٹاں خورے آپس وچ کوئی مربے ونڈنے نیں جہناں دا جھگڑا پیا رہندا اے۔ نکیاں نکیاں گلاں دے گلہن بنا کے آپس وچ کھڑ بدیاں رہن دا کیہ مطلب اے جد وی کوڑے نوں پھول پھال کے ویکھئے تے تھلیوں سوا لکھ کان دے نکلدا کجھ وی نہیں۔ میرے خیال وچ نکیاں نکیاں گلاں دا ویروا وچاری پنجابی زبان لئی وڈے وڈے زیان دا موجب بناں ہور کیہ ہوسکدا اے۔ جہدے توں اسیں پئے ویکھنے آں کہ ساڈے دانشوراں دی دانشوری ایس ویلے تیکر تھلے دے ایس شعر دا سرناوں بن کے رہ گئی ہوئی اے۔

نچنا،	گاونا،	پینا،	کھانا
لُڈی	پانی	ڈھول	وجانا

ذرا انصاف نال ویکھو ساڈی قومی زندگی دی منزل دے پچھلے موڑ اپنے دانشوراں کولوں زیہو جہے شاعرانہ گھول گھلو نے چاہندے نیں یا کسے ہور شے دے طالب نیں ؟

اسیں اج جے ہوئیاں بیتیاں نوں بھل بھلا کے وی اج دے کٹھن دور دی سیاسی بھاجڑ تے مخالف، موافق عقیدیاں دی ہتھو پائی ول دھیان کریئے تے ساڈیاں قومی لاڑاں ساتھوں سوجھ مت، سوچ وچار، تے اُدّم آہر دیاں اٹکلاں دیاں

طلب گار نیں۔ مینوں یقین ایں جے ''پنجابی زبان'' ساڈیاں ایہناں قومی تے وقتی لوڑاں تھوڑاں دا آہر پار کردا رہیا تے ویلے دی ٹور نال انج ٹردا ہویا دین دُنیا ولوں سرخرو ہو کے رہوے گا۔ ''پنجابی زبان'' دے صفحیاں نوں پنجابی دانشوراں جے ہمت، آہر، اتفاق، یقین محکم تے تنظیم دے گہنیاں نال سجا بنا لیا تے اِن شآء اللہ تعالیٰ دُنیا دی کوئی طاقت ساڈی قومی منزل دا راہ نہیں روک سکے گی تے اسیں اوس ٹکانے تے ضرور اپڑ کے رہاں گے جتھے قائداعظم رحمتہُ اللہ علیہ سانوں اپڑانا چاہندے سن۔ اسیں سارے ایہہ جاننے آں کہ جدا ک دانشور کوئی مقصدی گل کردا اے تے اوہ اپنا مقصد پورا کر کے چھڈدا اے۔۔۔۔۔ مَیں اپنے سمیت سارے ساتھیاں نوں ایہہ آکھاں گا کہ آؤ سارے کٹھے ہو کے ماہنامہ ''پنجابی زبان'' نوں مقصد دیاں گلاں باتاں نال سجا کے صحیح قومی شعور دے اُبھارن دا آسرا سہارا بنا دیئے تے فیر ایہہ ویکھیئے کہ ساڈیاں ساریاں ملکی لوڑاں تھوڑاں کویں دناں وچ پوریاں ہو کے ساڈے دیس دا امن امان تے سکھ وسیبا بن دیاں نیں''۔(۲۹)

بابائے پنجابیؒ کی ذاتی، علمی اور ادبی زندگی کا بغور مطالعہ کیا جائے تو یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ وہ نوجوانی ہی سے انتہائی مصروف زندگی گذارتے رہے ہیں۔ اور پھر تقسیم ہند سے قبل تو اُن کی سیاسی مصروفیات بھی زوروں پر تھیں۔ لہٰذا، ۳ جنوری ۱۹۳۴ء کو میاں احمد دین لوراں کے نام ایک بہت مختصر لکھا ہوا خط ملاحظہ فرمائیں جس میں محسوس ہوتا ہے کہ میاں صاحب ڈاکٹر فقیر کی عدیم الفرصتی اور وقت کم دینے پر اُن سے خفا ہوئے ہیں اور فقیر ''دوستی'' کے بارے میں بھی اپنی سوچ بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں :

''علیکم السلام، عرض ہے کہ دوستوں میں طعنہ زنی ناروا اور ناجائز ہوتی ہے۔ خط لمبا لکھنے سے دوستی لمبی نہیں ہوتی۔ خداوند تعالیٰ دِلوں میں خلوص عطا فرمائے۔ مَیں ہر وقت حاضر اور غلام ہوں۔ جب بھی عزیزم کو چاہیں لے آئیں اُن کی

خدمت میرا فرض ہے۔ مَیں دِل وجان سے غلام ہوں اور بس''۔ (۳۰)

میاں احمد دین لوراں کے نام لکھے خطوط میں نجی گفتگو سے ہٹ کر فکری اور فلسفیانہ گفتگو زیادہ ملتی ہے اور ان خطوط میں پنجابی زبان کی ترقی یا فروغ کا کہیں کوئی تذکرہ نہیں ملتا۔ ایک تو یہ کہ مکتوب الیہ کو لکھے سولہ (۱۶) خطوط دستیاب ہوئے جو سارے ۱۹۳۵ء تک کے دور میں لکھے گئے ہیں۔ یقینی طور پر کہا جا سکتا ہے کہ پنجابی زبان کے فروغ کی تحریک چلانے کی جو ضرورت قیام پاکستان کے بعد منظر عام پر آئی وہ پہلے نہیں تھی۔ اور پھر میاں احمد دین پنجابی دُنیا کے آدمی نہیں بلکہ بابائے پنجابی کے چھوٹی عُمر کے ذاتی دوستوں میں سے تھے بلکہ بعض بزرگ جن میں بالخصوص بابائے پنجابی کی لاڈلی بیٹی فہمیدہ اکرم، داماد میاں محمد اکرم اور پوتے عبدالباسط باسط قابل ذکر ہیں، اُن سب کے بقول'' چاچا جی احمد دین ابا جی کے واحد دوست تھے جو اُن کے مُرید بھی ہو چکے تھے ''۔ اور انہیں بزرگوں سے یہ بھی روایات ملتی ہیں کہ میاں احمد دین بڑی گہری فکر اور شعور والے دانش ور تھے۔ بابائے پنجابی کے ساتھ مختلف موضوعات پر اُن کے خاصے بحث مباحثے ہوا کرتے تھے۔ بعض خطوں میں ہونے والی گفتگو اِس بات کی صحت کو تقویت بخشتی ہے۔ ۲۴ جون ۱۹۳۵ء کو میاں احمد دین لوراں کے نام لکھتے ہیں۔

> '' قبل از سوال بخشش بزرگ تر چیز ہے اور مجھے یہ معلوم ہے کہ فقیر کی صدا سخی کے لیے ایک نغمہ سے کم نہیں ہوتی۔۔۔ آپ نے جو خط لکھا ہے اُس میں یہ گِلہ ہے کہ مُدت سے مَیں نے خط نہیں لکھا۔ پیارے بھائی! سو برس کی مُدت بڑی نہیں ہاں البتہ'' کبھی نہیں'' کی مُدت بہت بڑی ہے۔۔۔ کاش کہ غریب انسان کو اِس دُنیا میں محبت کرنے اور کیے جانے کی آزادی ہو''۔ (۳۱)

واضح رہے کہ میاں احمد لوراں کے نام لکھے ہوئے تمام دستیاب خطوط بابائے پنجابی کے عہدِ نوجوانی کے لکھے ہوئے ہیں۔ ۱۹۳۵ء میں مکتوب نگار خود پینتیس برس کے نوجوان تھے۔ ایسی عمر میں اِس طرح کی سنجیدہ اور فکری گفتگو اِس حقیقت کی خبر بھی دے رہی ہے کہ مکتوب نگار اپنی زندگی میں مقام فقر کو پا لینے کے لیے اپنے روحانی سفر کا آغاز کر چکے ہیں۔ فقیری کے مقام کو بابائے پنجابی نے کن الفاظ اور خیالات کا جامہ پہنا کر بیان کیا ہے اُسے ۶، جولائی ۱۹۳۵ء کو میاں احمد دین کے نام

لکھے ہوئے اِس خط میں ملاحظہ فرمائیے :

''فقیر وہ ہوتا ہے جو اپنی ذات سے فانی اور خدا کے ساتھ باقی ہو۔ طبائع سے آزاد اور حقیقت الحقائق سے واصل ہو، فقیر وہ ہے جو خدا کے سوا کسی دوسرے کی طرف متوجہ نہ ہو اور اُس کو سوائے خدا کے کوئی دوسرا نہ جانتا ہو۔ فقیر اُس کو کہتے ہیں جس کو اللہ تعالیٰ اُس کے حظوظِ نفسانی سے مار ڈالے اور اپنے مشاہدے کے ساتھ باقی رکھے۔ فقیر وہ ہے جو مِثل زمین کے عاجز ہو اور ہمیشہ قولِ حق کہے۔ جب خاموش ہو تو اُس کا فعل فقر پر دلالت کرے، سخاوت، رضا، صبر، اشارہ، سکوت، غربت، سیاحت، لباس اور فقر کا حامل ہو۔ مسکین ہو اور خدا کو دوست جانے۔ تمام تعلقات چھوڑ کر بے قراری سے رشتہ رکھتا ہو جو مراد سے خالی ہو۔ فقیر اُس کو کہتے ہیں جب نہ پائے تو چُپ رہے اور جب پائے تو اُس سے دوسروں کو ترجیح دے۔ بندِ طبعیت سے آزاد اور حقیقت سے پیوستہ ہو۔ عُلماء کے سامنے زبان کی محافظت کرے، سلاطین کے آگے آنکھ کی اور اولیاء کے سامنے دِل کی۔ ہر مُلک اور ہر شہر میں جائیداد رکھتا ہو۔۔۔۔ایک جگہ آپ نے تجسسِ وفا کا ذکر کیا ہے، ہاں کرو اور ضرور کرنا مگر اِس کی مزدوری سے بے نیاز رہنا کیونکہ وفا کی مزدوری نا اُمیدی بلکہ موت ہے۔ بلکہ جن سے طلبِ وفا ہو اُن کی اُمیدوں کا آسرا ثابت ہو کر دکھانا۔ رہا دُعا کروں تو یاد رہے کہ جو التجائی نظروں کو نہیں سمجھتا اُس کے سامنے التجائی زبان شرمندگی کے مترادف ہے۔(۳۲)

مکاتیب غالب کی اشاعت نے ادبی دُنیا کو ایک اور موضوع دے دیا اور دُنیا بھر کے مشاہیر کے وقتاً فوقتاً لکھے ہوئے خطوط منظرِ عام پر آنے لگے۔ کیونکہ خط ایک ذاتی تحریر ہوتی ہے لہٰذا اِن کی اشاعت سے بڑی قد آور شخصیات کی زندگیوں کے وہ پوشیدہ پہلو بھی سامنے آئے جو عام تحقیق میں چھپے رہتے تھے۔ بلا شبہ بابائے پنجابی ڈاکٹر فقیر محمد فقیر، پنجابی زبان کے سر برآوردہ شاعر، محقق،

نقاد، مؤرخ، صحافی اور سیوک تھے ۔ اُن کے مکا تیب کا فنی جائزہ اور موضوعات کو مختلف اقتباسات کی روشنی میں دیکھنے سے واضح ہوتا ہے کہ اُن کی تحریکی شخصیت میں ظرافت کا پہلو بھی نمایاں تھا ۔ اِس کے ساتھ ساتھ بابائے پنجابی کی فکری اپروچ اور زندگی کے مختلف رویوں کے بارے میں اُن کی نظریاتی سوچ سامنے آئی ہے ۔ اُن کے مکا تیب کا سرسری جائزہ لیتے ہوئے ہم اپنے مقالے کا پاکستان کے عالمی شہرت یافتہ سکالر مرحوم پروفیسر پری شان خٹک کے اِن جملوں پر اِختتام کرتے ہیں :

> '' مَیں ڈاکٹر فقیر محمد فقیر کو ایک کثیر الجہتی شخصیت قرار دینے میں کوئی باک محسوس نہیں کرتا ۔ جس کے مطابق ہمارے زعماء جنہوں نے تا ابد ناموری پائی، بیک وقت سائنس دان، ریاضی دان، حکیم، ادیب، فلسفی اور شاعر ہوا کرتے تھے ۔ ایسے لوگوں پر اللہ تعالیٰ کی خصوصی عنایت ہوتی ہے کہ وہ ایک ہی وقت میں بہت سارے علوم و فنون کو اپنی ذہنی دسترس میں لے آتے ہیں''۔(۳۳)

☆☆☆☆

حوالہ جات

(۱) محمد جنید اکرم، کچی منڈیر پر ایک چراغ، (قادر الکلامی) صفحہ ۲۶۴، بزم فقیر پاکستان، ۱۲۵/بی ۲، ٹاؤن شپ، لاہور، اگست ۲۰۱۱ء

(۲) احسان دانش، گوجرانوالہ کا چاند. ماہنامہ مہر وماہ، صفحہ ۱۲، دسمبر ۱۹۷۶ء ایڈیٹر ابوالطاہر فدا حسین فدا

(۳) ڈاکٹر فقیر محمد فقیر، میری آپ بیتی ،سپوتنک، جون ۱۹۹۵ء ناشر کلاسیک، دی مال روڈ لاہور

(۴) محمد جنید اکرم، کچی منڈیر پر ایک چراغ، (قادر الکلامی) صفحہ ۲۶۵، بزم فقیر پاکستان، ۱۲۵/بی ۲، ٹاؤن شپ، لاہور، اگست ۲۰۱۱ء

(۵) محمد جنید اکرم، کچی منڈیر پر ایک چراغ، (قادر الکلامی) صفحہ ۲۶۷، بزم فقیر پاکستان، ۱۲۵/بی ۲، ٹاؤن شپ، لاہور، اگست ۲۰۱۱ء

(۶) ڈاکٹر فقیر محمد فقیر، خط بنام مستری عُمر دین، قلمی مخطوطہ

(۷) ڈاکٹر فقیر محمد فقیر، خط بنام احمد دین لوراں، قلمی مخطوطہ

(۸) ڈاکٹر فقیر محمد فقیر، خط بنام احمد دین لوراں، تماہی پنجابی لاہور صفحہ ۳۸۴، جولائی ۲۰۰۰ء تا مارچ ۲۰۰۱ء

(۹) ڈاکٹر فقیر محمد فقیر، خط بنام اقبال فیروز، تماہی پنجابی لاہور صفحہ ۳۸۵، جولائی ۲۰۰۰ء تا مارچ ۲۰۰۱ء

(۱۰) ڈاکٹر فقیر محمد فقیر، خط بنام اقبال فیروز تماہی پنجابی لاہور، صفحہ ۳۸۶، جولائی ۲۰۰۰ء تا مارچ ۲۰۰۱ء

(۱۱) ڈاکٹر فقیر محمد فقیر، خط بنام اقبال فیروز، تماہی پنجابی لاہور، صفحہ ۳۸۸، جولائی ۲۰۰۰ء تا مارچ ۲۰۰۱ء

(۱۲) ڈاکٹر فقیر محمد فقیر، خط بنام اقبال فیروز، تماہی پنجابی لاہور، صفحہ ۳۹۲، جولائی ۲۰۰۰ء تا مارچ ۲۰۰۱ء

(۱۳) ڈاکٹر فقیر محمد فقیر، خط بنام اقبال فیروز، تماہی پنجابی لاہور، صفحہ ۳۹۲، جولائی ۲۰۰۰ء تا مارچ ۲۰۰۱ء

(۱۴) ڈاکٹر فقیر محمد فقیر، خط بنام اختر حسین اختر، تماہی پنجابی لاہور ،صفحہ ۳۹۹ ، جولائی ۲۰۰۰ء تا مارچ ۲۰۰۱ء

(۱۵) راقم الحروف کی ایک اَن چھپی غزل کا شعر ہے۔

(۱۶) ڈاکٹر فقیر محمد فقیر، خط بنام اختر حسین اختر، ،تماہی پنجابی لاہور ، صفحہ ۳۹۹، جولائی ۲۰۰۰ء تا مارچ ۲۰۰۱ء

(۱۷) ڈاکٹر فقیر محمد فقیر، خط بنام اسیر سوہلوی، تماہی پنجابی لاہور، صفحہ ۴۰۱، جولائی ۲۰۰۰ء تا مارچ ۲۰۰۱ء

(۱۸) ڈاکٹر فقیر محمد فقیر، خط بنام اقبال فیروز، تماہی پنجابی لاہور ، صفحہ ۳۸۶ ، جولائی ۲۰۰۰ء تا مارچ ۲۰۰۱ء

(۱۹) ڈاکٹر فقیر محمد فقیر، خط بنام شفیع عقیل، تماہی پنجابی لاہور، صفحہ ۳۹۴، جولائی ۲۰۰۰ء تا مارچ ۲۰۰۱ء

(۲۰) ڈاکٹر فقیر محمد فقیر، خط بنام شفیع عقیل، تماہی پنجابی لاہور، صفحہ ۳۹۴، جولائی ۲۰۰۰ء تا مارچ ۲۰۰۱ء

(۲۱) ڈاکٹر فقیر محمد فقیر، خط بنام شفیع عقیل، تماہی پنجابی لاہور، صفحہ ۳۹۴، جولائی ۲۰۰۰ء تا مارچ ۲۰۰۱ء

(۲۲) ڈاکٹر فقیر محمد فقیر، خط بنام شفیع عقیل تماہی پنجابی لاہور، صفحہ ۳۹۴، جولائی ۲۰۰۰ء تا مارچ ۲۰۰۱ء

(۲۳) ڈاکٹر فقیر محمد فقیر، خط بنام شفیع عقیل، تماہی پنجابی لاہور، صفحہ ۳۹۵، جولائی ۲۰۰۰ء تا مارچ ۲۰۰۱ء

(۲۴) ڈاکٹر فقیر محمد فقیر، خط بنام حنیف چوہدری، تماہی پنجابی لاہور، صفحہ ۳۹۵، جولائی ۲۰۰۰ء تا مارچ ۲۰۰۱ء

(۲۵) ڈاکٹر فقیر محمد فقیر، خط بنام حنیف چوہدری، تماہی پنجابی لاہور، صفحہ ۳۹۵، جولائی ۲۰۰۰ء تا مارچ ۲۰۰۱ء

(۲۶) ڈاکٹر فقیر محمد فقیر، خط بنام نور کاشمیری، تماہی پنجابی لاہور، صفحہ ۳۹۶، جولائی ۲۰۰۰ء تا مارچ ۲۰۰۱ء

(۲۷) ڈاکٹر فقیر محمد فقیر، خط بنام اختر حسین اختر، تماہی پنجابی لاہور، صفحہ ۴۰۰، جولائی ۲۰۰۰ء تا مارچ ۲۰۰۱ء

(۲۸) ڈاکٹر فقیر محمد فقیر، خط بنام غلام رسول مہر، تماہی پنجابی لاہور، صفحہ ۴۰۵، جولائی ۲۰۰۰ء تا مارچ ۲۰۰۱ء

(۲۹) ڈاکٹر فقیر محمد فقیر، خط بنام ڈاکٹر رشید انور، صفحہ ۵، تماہی پنجابی لاہور، جولائی ء تا ستمبر ۱۹۹۸ء

(۳۰) ڈاکٹر فقیر محمد فقیر، خط بنام احمد دین لوراں، تماہی پنجابی لاہور، صفحہ ۳۸۰، جولائی ۲۰۰۰ء تا مارچ ۲۰۰۱ء

(۳۱) ڈاکٹر فقیر محمد فقیر، خط بنام احمد دین لوراں، تماہی پنجابی لاہور، صفحہ ۳۸۴، جولائی ۲۰۰۰ء تا مارچ ۲۰۰۱ء

(۳۲) ڈاکٹر فقیر محمد فقیر، خط بنام احمد دین لوراں، تماہی پنجابی لاہور، صفحہ ۳۸۵، جولائی ۲۰۰۰ء تا مارچ ۲۰۰۱ء

(۳۳) پروفیسر پری شان خٹک، پنجابی اور اُردو کا عظیم قلمکار، سپوتنک، جون ۱۹۹۵ء ناشر کلاسیک، دی مال روڈ لاہور

Majallah Tahqiq
Research Journal of
the Faculty of Oriental Learning
Vol: 35, Sr.No.96, 2014, pp 49 - 62

مجلّہ تحقیق
مجلّہ کلیہ علوم شرقیہ
جلد ۳۵، جولائی۔ستمبر ۲۰۱۴ء، شمارہ ۹۶

بررسی مکتوبات بزرگان سلسلهٔ چشتیه

دکتر محمد ناصر☆ ثمینہ یاسمین☆☆

Abstract:

Chishtia is one of the most significant and popular Sufi Orders of Indian Subcontinent. Khawaja Moeen-ud-Din Chishti Ajmeri is oone of the pioneers of this Order in Subcontinent. Some great Sufis e.g. Qutb-ud-Din Bakhtyar Kaki, Farid-ud-Din Masood Ganj Shakar, Nizam-ud-Din Aouliya, Chiragh Delhi and Gesu Daraz made extraordinary contributions in spreading Chishtia Order. The religious, cultural and literary services rendered by Chishti Sufis are of extreme importance. In this article, the letter of literary & cultural importance, written by some great Chishti Sufis have been introduced and analysed.

Key words: Sufism, Subcontinent, Chishtia Order, Letters, Analysis

ابو هاشم کوفی (د. ۱۶۱ق) "اول کسی که وی را صوفی خوانده اند وی بود، پیش از وی کسی را با این نام نخوانده بودند." (جامی، ۲۲)

برترند راسل (۱۸۷۲ـ۱۹۷۰م) فیلسوف معروف عصرحاضر می گوید: "در جهان هرچند فیلسوفان معروف زندگی بسر کردند، تمامی آنها به همراه فلسفه به اهمیت تصوف نیز اعتراف کردند. در دنیای افکار مقام و رتبه ی بالا فقط با اتحاد علم

☆ عضو هیأت علمی گروه فارسی دانشگاه پنجاب لاهور
☆☆ دانشجوی دورهٔ دکتری فارسی دانشگاه پنجاب لاهور

و تصوف حاصل می شود. بیان بهترین خوبیهای انسان فقط با تصوف ممکن است. (به نقل از چشتی، یوسف سلیم، ۸–۹) اگر به تاریخ اسلام و تصوف نگاه بیندازیم، این ادعا بیجا نخواهد بود که ورود بزرگان تصوف در شبه قاره برای مسلمان این مرز و بوم کمتر از یك انعام خداوندی نبود، و این بزرگان تغییری که در زندگی بومیان هند انجام دادند، از تزکیه ی نفس گرفته تا منازل سلك و سلوك، هر مرحله ای که طی شد، احسانی بزرگ از سوی است.

در شبه قاره چهار سلسله ی تصوف رواج داشته اند:

۱ـ نقشبندیه طریقتی است منسوب به خواجه بهاء الدین محمد نقشبند بخارایی (۷۱۸ـ۷۹۱ ق / ۱۳۱۸ـ۱۳۸۹م)، شاخه ای منشعب از سلسله ی خواجگان که اصل آن به عارف ایرانی خواجه یوسف همدانی (٤٤١ـ ٥٣٥ق/ ۱۰٦۲ـ۱۱٤۰م) باز می گردد.

۲ـ قادریه سلسله ای است مشتمل بر پیروان شیخ عبدالقادر گیلانی (٤٧٠ـ٥٦١ق/ ۱۰۷۷ـ۱۱٦٦م) ملقب به قطب الاعظم.

۳ـ سهروردیه یکی از طریقت های تصوف است که توسط ابوالنجیب سهروردی (٤٩٠ـ٥٤٣ ق) تاسیس شد.

٤ـ چشتیه یکی از سلسله های بسیار معروف تصوف بوده است که در شبه قاره پاکستان و هندوستان گسترش شایانی یافت. خواجه معین الدین چشتی (٥٣٦ـ٦٣٣ق/ ۱۱٤۲ـ۱۲۳٦م) اجمیری سلسله ی چشتیه را در هند بنیان نهاد، و پس از وی مشایخ عظام سلسله ی چشتیه از جمله خواجه قطب الدین بختیارکاکی (٥٦٩ـ٦٣٣ق/ ۱۱۸۷ـ۱۲۳٥م)، بابا فریدالدین مسعود گنج شکر (٥٨٤ـ٦٧٦ق/ ۱۱۷۳ـ ۱۲٦٦م)، خواجه نظام الدین اولیاء (٦٣٣ـ٧٢٥ق/ ۱۲۳۸ـ۱۳۲٥م)، خواجه نصیرالدین محمود چراغ دهلی (٦٧٥ـ٧٥٧ق) و خواجه گیسودراز (٧٢١ـ٨٢٥ق/ ۱۳٤۲ـ۱٤٤٦م) خدمات ارزنده ی دینی، مذهبی، فرهنگی و تمدنی انجام دادند.

طریقه ی چشتیه در شبه قاره هند با رحلت حضرت خواجه مودود چشتی

(۴۳۰_۵۲۷ق/ ۱۰۴۲_۱۱۳۹م)، تصوف در چشت، افغانستان امروزه، رو به افول نهاد و عده ای از مریدان خواجه مودود چشتی ، به مناطق دیگر از جمله به شهر اجمیر شریف در ایالت راجستان هند رفتند و در قرنهای آینده در زمینه ی توسعه و گسترش زبان و ادب فارسی در شبه قاره نقش اصلی و اساسی ایفا نمودند. ما در این مقاله ی کوتاه به بررسی مکتوبات بزرگان سلسله ی چشتیه می پردازیم که از نظر دینی، مذهبی، فرهنگی و ادبی اهمیت فراوانی دارند.

مکتوبات قاضی حمید الدین ناگوری:

قاضی حمید الدین ناگوری در ۵۱۵ق مصادف با ۱۱۲۱م متولد شد، و در۶۲۵ق جهان فانی را وداع گفت. قاضی حمید الدین مصاحب خواجه قطب الدین بختیارکاکی (۵۶۹_۶۳۳ق/ ۱۱۸۷_۱۲۳۵م) و مرید شیخ شهاب الدین سهروردی (۵۴۹_۵۸۷ق/ ۱۱۵۴_۱۱۹۱م) بود، مکتوبات وی شهرت فراوانی دارد.

اسم اصلی او محمد بود، اما به نام حمید الدین شهرت دارد. تا مدت سه سال بر منصب قاضی شهر ناگور خدمات شایانی انجام داد. به خاطر همین کلمه ی ناگوری جزو اسم وی گردید. سپس به بغداد رفت، و از شیخ شهاب الدین سهروردی خرقه ی خلافت به دست آورد، چون خلیفه خواجه معین الدین چشتی بود، بنا بر این چشتی نیز نامیده می شود.

درباره ی آثار وی کلمه ی"فراوان" را به کار برده اند، اما در هیچ جای فهرست آثار ناگوری به دست نمی آید، البته در "لطائف اشرفی" به "طوالع الشموس" و "راحت الارواح" و در "سیرالعارفین" به کتاب "لوائح" اشاره شده است.

امیرحسن سجزی (۶۴۹_۷۳۷ق) می نویسد که یك بار بابا فرید الدین مسعود گنج شکر (۵۸۴_۶۷۶ق) می خواست محفل سماع را گوش دهد، امّا میسر نبود، پس بابا فرید از بدرالدین اسحاق (۶۰۱_۶۷۰ق) خواست که مکتوب قاضی حمیدالدین ناگوری را بیاورد، بدرالدین چند جمله از مکتوب حمیدالدین خوانده بود که بابا فرید در حالت وجد درآمد. (حسن سجزی، فوائدالفواد، ص:۲۵۲)

آغاز آن مکتوب چنین بود:

"فقیر، فقیر، ضعیف، نحیف، محمد عطا که بنده ی درویشان است و از سر دیده خاك قدم ایشان..."

رباعی زیر نیز شامل همین مکتوب بود:

آن عقل کجا که در کمال تو رسد　　آن روح کجا که در جلال تو رسد
گیرم که به رخ پرده گرفتی ز جمال　　آن دیده کجا که در جمال تو رسد

(محدث دهلوی، شیخ عبدالحق، اخبار الاخیار، ص:٤٤-٤٥)

مکتوبات شیخ حمیدالدین صوفی:

شیخ حمیدالدین صوفی در سن صد سالگی در٤٧٣ق رخت از جهان بربست. لقب او "سلطان التارکین" بود، و او از خلفای معین الدین چشتی اجمیری است.

مکتوبات وی به فارسی سلیس و روان نوشته شده است. در یك مکتوب، مخاطب به شیخ بهاء الدین زکریا ملتانی می نویسد:

"که با طباق مشایخ و به مقتضی نصوص و احادیث دنیا و متاع آن مانع وصول به حضرت مولی است، سبحان تعالیٰ، و چون شنیده می شود که یعنی از مشایخ عصر ما حظی وافر از آن دارند، با وجود آن خوارق کرامات نیز از ایشان ظاهر می شود، این مسکین در این باب حیرت زده می گردد، و اگر ایشان لطف فرموده، از این اشکال گره بگشایند، عین عنایت باشد. (همو، همان، ص:٣٥-٣٤)

در یك نامه ی دیگر چنین می نویسد:

"این احقر مکتوبی به خدمت شیخ بهاء الدین عرضه داشت کرد، و از اشکالی که این مسکین داشت، از خدمتش التماس جواب نمود، ایشان به سببی از اسباب جواب آن ننوشتند و گر نوشتند شافی نبود، این حقیر به درگاره مجیب الدعوات تضرّع و زاری نمود که مشکل بنده را آسان کند، و از این مقصد نشانی پیدا آید. حضرت مجیب الدعوات دعای بنده را قبول کرد و چنان نمود که ارباب شریعت که طالبان ثواب آخرت اند، و از برای تحصیل ثواب اکتساب خیرات و مبرات از صلات و قربات می کنند، از کشف حقائق تقویٰ و دقائق نفس و هوا که ارباب طریقت دریابند محبوب باشند، و همچنین ارباب طریقت از اسرار و انوار تجلی ذاتی که مخصوص

طالبان مولی است، و پیش ایشان هر چه ما سوای ذات حق است اگر چه کشف و مشاهده باشند، حجاب ذات بود، محجوب و معذور باشند، پس به هر چه ما دون حق است درمانده است و به حقیقت محجوب است، هر چند که او نداند که محجوب است." (همو، همان، ص:۳۷)

نثر صوفی حمیدالدین نسبت به قاضی حمید الدین پخته تر است. افزون بر آن او جناس و قافیه را نیز رعایت می کند. البته به طور مجموع زبان وی ساده و مرسل است.

صحائف السلوك؛ مکتوبات نصیرالدین محمود چراغ دهلی:

حضرت خواجه معین الدین چشتی و جانشینان وی برای گسترش و توسعه دین مبین اسلام در شبه قاره نقش فوق العاده ای ایفا نمودند. نوشته های مشایخ سلسله ی چشتیه، مکتوبات آنها، ملفوظات ایشان، و سخنرانیهای آنها در منور ساختن قلوب و اذهان مردم این منطقه نقش مشعل فروزان را داشتند. پس از خواجه معین الدین، قطب الدین بختیار کاکی، فرید الدین گنج شکر، نظام الدین اولیاء و نصیرالدین چراغ دهلوی در فروزان کردن این منطقه ی تیره و تار خدمات ارزنده ای انجام دادند. نصیرالدین محمود چراغ دهلی، خلیفه ی اعظم نظام الدین اولیاء بود، و تا مدت ۳۲ سال مشعل فروزان سلسله ی چشتیه را در دهلی نگهداشت.

"صحائف السلوك" مجموعه ی مکتوبات گرانقدر نصیرالدین محمود چراغ دهلی است. گردآورنده ی صحائف السلوك کتاب را در چندین بخش تقسیم کرده و مشتمل بر پنجاه و سه مکتوب است که چراغ دهلی به افراد متعدد نوشته است. تقریباً هر مکتوب با حمد و ثنا ی خالق کائنات و درود و سلام بر پیغمبر اسلام آغاز می شود. در این صحائف موضوع اصلی نویسنده بیان پند و موعظت با استفاده از آیات قرآنی و احادیث مقدس است. ذکری از اوضاع و احوال شهر دهلی نیز در برخی جاها به چشم می خورد. چراغ دهلی به ذکر خواجه نظام الدین اولیاء، مرشد خود، نیز پرداخته و فیوض و برکات آن حضرت در مجلس وی را نیز ذکر کرده است. تقریباً در هر مکتوب موضوعات مختلفی مورد بحث قرار گرفته است؛ مثلاً در مکتوب اوّل، نویسنده به ذکر اهمیت نماز پنجگانه پرداخته؛ درمکتوب دوم، ذکر آخرت را کرده؛ و در

صحیفه ی سوم الی ششم اهمیت نیّت و اراده را بیان کرده است؛ هفتمین مکتوب اهمیت علم را در بردارد؛ همچنین مکتوبات دیگر نیز دارای موضوعات مختلفی هستند. صحائف السلوك در واقع منبع رشد و سرچشمه ی هدایت است که با استفاده از آن می توانیم زندگانی خود را به سوی منزل واقعی ببریم. آخرین مکتوب به نام خواجه سدید الدین است که با یك آیت کریمه آغاز می شود، و بر بیت زیر پایان می پذیرد:

تا از تو جدا شدم دمی نیاسودم
هرگز به مراد دل شبی نغنودم

نویسنده ی صحائف السلوك علاوه بر ذکر عبادات و اخلاقیات، به بررسی احکام شرعی و فقهی نیز پرداخته است، نقل ابیات فراوان اهمیت ادبی کتاب را می افزاید.

بحر المعانی؛ مکتوبات میر سید جعفر المکی الحسینی:

میر سید جعفرالمکی الحسینی از مشایخ عظام شیخ نصیر الدین محمود چراغ دهلی بود، و از علوم ظاهری و باطنی بهره ای وافر داشت. او از مکة المکرمه به دهلی آمد، و پس از آن در سرهند سکونت گزید، و سرانجام در سرهند وفات یافت و مدفون شد.

مجموعه ی مکاتیب وی "بحرالمعانی" نام دارد، و شهرت فراوانی به دست آورده است. او در ٧٠٦ق، مصادف با ١٣٠٦م متولد شد، و در ٨٤١ ق مصادف با ١٤٣٧م پس از گزارندن زندگی با برکت داعی اجل را لبیك گفت.

به عنوان نمونه ی نثر وی، اقتباسی از "بحرالمعانی" نقل می شود:

"اسرار معانی از طومار سبع المثانی، حقائق انوار، دقائق اسرار، بادشاه سید مختار علیه السلام به التماس و درخواست برادرم محترم ملك محمود عرف شیخن ارشده الله تعالٰی در قلم آوردم، و این کتاب "بحرالمعانی" بعون سبحانی مسمی کردم، ان الله بالغ امره." (بحرالمعانی، نسخه خطی، عدد ٤٥٩، دانشگاه پنجاب، لاهور، ورق ٤)

"باز آفتاب دولت بر آسمان برآمد. باز آرزوئی جانها از راه جان برآمد، باز آن درآمد، کو قبله ی شهان است. باز آن مهی برآمد، کز ماه برتر آمد. چون ای برادر حضرت علیه السلام به همت بلند سر را قدم گردانید، یکسر بسر پیشتر کرد، و وافرتر گشت، و جمال ذات الله در نواخت صفات آمد، امّا صفات ذات گشت، و ذات در

لباس صفات ملبوس شد. ای برادر دانی چه می گویم. در زمینها حبیب را محمد گویند و در نُه فلك احمد خوانند، و ماورائی که دون شش جهت است، میم را نیز حذف کنند، آن یار همان است، اگرچه جامه دگر کرد و دگر بار برآمد، این نیست تناسخ، سخن وحدت محض است، جوشش این قلزم ذخّار برآمد، المثال مصابیح الاقوال. یعنی ای برادر سکندر چندین محلها خود رسول شدی و رفتی امّا جامه ی رسالت پوشیدی، و در ذات همان سکندر بودی و هرگز روا نباشد، نزدیك اهل وحدت که در لباس ذات تبدیل گردد. فهم من فهمه

مردمی باید که باشد شاه شناس
گرچه بیند شاه را در صد لباس

از بیان روح پرسیدند و یسئالونك عن الروح. خواجه عالم علیه السلام می دانست و خواست که بلبل لسان را در بیان روح در بستان معانی در نوا آرد، فی الحال جبرئیل از حضرت جلّت قدره توقیع بی نیازی در سوی عشقبازی آورد که قل الروّح من امر ربّی.“ (همو، همان، صفحه ۱۴ـ۱۳)

”فأوحی تعالیٰ الیهم یا ملائکتی انّی لا افعل و لا اَجعل من خلقت بیدی کمن قلت له کن فیکون. یعنی ای محبوب به سوی ملائکه فرمان شد که فرشتگان، بدانید که آدم را و فرزندانِ آدم را به ید قدرت آفریده ام، و شما را از کن فیکون. پس آن کس را که به ید قدرت خویش پدید کرده باشم، چگونه برابر باشد با آن کسی که او را گفته باشم، شو و او شده باشد، یعنی مخلوقات فعل الله وضع الله چنان نباشد که مخلوقات ید الله، پس ای محبوب ثابت شد که روح از عالم امر است و نه مامور، در این محل یعنی متعلمان ایراد کنند که روح مخلوق است، چرا غیر مخلوق می گوئی، چنان که این فقیر نیز در ایام تعمیم سال هائی عمری در کشاف و تحقیق صرف کرده بود، نه در آن کشف شد، و نه در آن تحقیق گشته، یعنی تقلید ظواهر و حبس شرائع و ادعاء دقائق سقیم بر اهلِ حقائقِ سلیم می کردم، و از محبوبِ نامتناهی به صد هزار فرسنگ دویدم، یعنی ای محبوب هر چه به رسم تقلید است، از علم و حلم طاعات و خیرات و مجاهدات و ریاضات طلبِ اقوال و احوال همه حجاب راه این فقیر بود.“ (همو، همان، ص ۱۸)

مکتوبات اشرفی؛ از سید اشرف جهانگیر سمنانی:

سید اشرف جهانگیر سمنانی در ۸۰۸ ق مصادف با ۱۴۰۵ م متولد شد، و در سن صد سالگی وفات یافت. (تحفه الابرار، ص ۷۷)

"پدر او بر منصب ولایت سمنان فایز بود. او در هفت سالگی حافظ قرآن شد، و در چهارده سالگی تمام علوم مروجه را فراگرفت. پس از درگذشت پدر بر تخت سلطنت جلوس کرد، اما بیشتر به عبادات و نوافل توجه داد. پس فرمانروایی سمنان را ترک کرد و عازم هند شد. در اوچ شریف به خدمت مخدوم جهانیان رسید، و در دهلی از زیارت خواجگان چشت مشرف شد. پس در خدمت شیخ علاء الحق والدین درآمد. آنگاه فقط بیست و هفت سال سن داشت." (معارج الولایة، نسخه خطی، دانشگاه پنجاب، لاهور)

"چندین بار برای حج کعبه سفر کرد، در دمشق شیخ ابن العربی (۵۶۰ـ۶۳۸ق/ ۱۱۶۵ـ۱۲۴۰م) را دید، در کاشان با عبدالرزاق کاشانی ملاقات کرد ـ در مشهد در مزار امام رضا در اعتکاف نشست، در ماوراء النهر از خواجه نقشبند خرقه یافت، پس از آن به اجودهن رسید، و در خدمت بابا فرید الدین گنج شکر درآمد. از آنجا عازم دکن شد، و با سید محمد گیسو دراز ملاقات کرد." (همان، ورق: ۲۰۴،۲۰۱ تا۲۰۳)

آثار او بدین قرار است:

۱ ـ لطائف اشرفی (ملفوظات)

۲ ـ بشارة المریدین

۳ ـ مکتوبات اشرفی

مکتوبات اشرفی مشتمل بر احوال و تعلیمات وی است. افزون بر آن اصطلاحات تصوف، غوامض، تاریخچه ی خانواده های صوفیا، و ذکر آئین و شاعران متصوفه را در بردارد. زبان نویسنده دقیق، مشکل، پیچیده و مملو از اصطلاحات منطق و فلسفه است.

لطایف اشرفی مجموعه ی ملفوظات وی است. نویسنده ی "اخبارالاخیار" مکتوبات وی را ذکر کرده که او به قاضی شهاب الدین دولت آبادی نوشته است.

عبارت یك مکتوب به عنوان نمونه نقل می شود:

"بر دار اعزا رشد جامع العلوم قاضی شهاب الدین نور الله تعالیٰ قبله به انوار الیقین، دعاء درویشانه و ثناء بر کیشانه، از درویش اشرف قبول فرمایند، نامه که مندرج به بعضی سخنان بود، رسید، و استفساری که از مبحث "فصوص الحکم" به نسب فرعون تقاضا کرده اند، بوصول انجامید... بباید دانست که در "فصوص" از نسبت او سخن افتاده و درجا آورده اند که به دلائل عشره اشتهار دارد، مشکل ترین مقامات و مغلق ترین مقدمات وی آن است که بسیار شارحان در اینجا پیچیده اند، و سخن به اصل مبحث نرسانیده اند. حضرت شیخ رضی الله تعالیٰ عنه می گویند که فرعون را می گویند که ایمان یاس دارد ندارد چه ایمان یاس اطلاع احوال دوزخیه و استطاع نکال اخرویه می باشد، وی را نبود، چه وی به ترتیب غرق و تخریب مستغرق ایمان آورد." (محدث دهلوی،شیخ عبد الحق، اخبارالاخیار، مطبوعه ۱۲۷۰ق، صفحه ۱۹۰ـ۱۹۱)

مکتوبات کلیمی؛ از شاه کلیم الله دهلوی:

مکتوبات حضرت شاه کلیم الله دهلوی در ۱۰۳۱ق به اهتمام چاپخانه ی یوسفی در دهلی، هند، منتشر شد. اغلب مکتوبات شیخ کلیم به نام خلیفه ی وی نظام الدین اورنگ آبادی است. برای تفهیم راه سلوك چشتیه ی نظامیه "مکتوبات کلیمی" نقش اساسی دارد.

در "مکتوبات کلیمی" دو بار به بابا فرید الدین مسعود گنج شکر اشاره شده است، مثلاً نامه ای که بابا فرید به نام سلطان غیاث الدین بلبن به زبان عربی نوشته بود، با اندك تغییراتی آمده است. چون به گمان غالب شاه کلیم الله دهلوی متن اصلی نامه را پیش نظر نداشت. متن اصلی نامه را می توان در "اخبار الاخیار" یافت.

مقرر نامه؛ مکتوبات مخدوم جهانیان جلال الدین بخاری:

مخدوم جهانیان جلال الدین بخاری مرید شیخ الاسلام شاه رکن الدین قریشی ملتانی (۶۴۹ـ۷۳۵ق/ ۱۲۵۱ـ۱۳۳۵م) و از خلفای نصیرالدین محمود چراغ دهلی بود. او در ۷۰۷ق مصادف با ۱۳۰۷ م در شهرستان اوچ به دنیا آمد. پدر بزرگ وی نیز جلال الدین نام داشت که از مریدان بهاء الدین زکریا ملتانی سهروردی

(٥٧٨ـ ٦٦١ق/ ١١٧١ـ١٢٦٢م) بود. مخدوم جهانیان در ملتان تحصیلات دینی ومذهبی خود را به پایان رساند. شیخ مجدد الدین استاد وی بود. می گویند که او دو سال در مدینه منوره بسر برد، و پس از آن به سیر آفاق پرداخت، به یمن، عدن، دمشق، خراسان، نیشاپور و سمرقند نیز مسافرت کرد. سلطان محمد تغلق (حك:١٣٣٥ـ١٣٥١م) او را بر منصب شیخ الاسلام تعیین کرد، و او تا مدتی بر همین منصب فایز بود.

مخدوم جهانیان مجموعه ی مکتوباتی دارد که عنوانش "مقرر نامه" و مشتمل بر چهل و دو مکتوب است. هر مکتوب با کلمه ی "مقرر" شروع می شود. اسلوب نگارش مخدوم جهانیان ساده و روان است، اما حال و هوای پند و موعظت را دارد. او از آیات قرآنی، احادیث نبوی و اصطلاحات عربی نیز بوفور استفاده می کند، البته در نثر وی کاربرد ابیات نسبتاً کم است. نمونه ی نثر وی ملاحظه فرمایید:

"لیکن چیزی نصیحتاً نه که از حضرت رسالت صلی الله والتحیه قبله بدان رسیده باشد. باید که در تحصیل آن یعنی در عمل بکوشد. برای از دیار آن چند ورقی دیگر بر آن فرزند معتقد این فقیر که فرستاده است، معمول بدارد، تا ثواب دو جهانی و شگوفه حاصل زندگانی باشد، و تا تواند با زمره ی احیاء و اتقیاء باشد، و از گروه فاسقان تجنب گیرد که قال رسول صلی الله علیه وسلم "اتقوا من مجالس الفاسقین والله الموفق بالاحتشام والمیسر للاتمام والله یدعو الی دارالسلام رزقنا الله و ایاك خیر الدارین بحق بیننا من کل خلق افضل و اله اجمعین." (ایوب قادری، محمد؛ مخدوم جهانیان، صفحه ٤)

"مقرر فرزند باد، علم که بدان عمل نکنی و تدارك روزگار بدان نداری یقین است که روز قیامت آن علم گویی هیچ فایده ندهد. آن گفتار بدان محل قوله تعالی است فارجعنا نعمل صالحاً پس چون امروز مهلت و فرصت آن یافته، باید که علی الدوام به جهد و کوشش تمام در عمل بکوشد که آن ذخیره ی نیکی و طاعت است، عبادت تو باقی ماند، به جهت رستگاری آخرة یا بنی فاقتصدو اعمل عملاً صالحا... و من الله التوفیق." (همو، همان، صفحه١٢، ١٣)

"... در عین المعانی مذکور است که مومن به گل و ریاحین ماند، و آتش خشم به دود گرم ماند، و معلوم است چون گل نزدیك آتش برسد، پژمرده شود، چنانك حلاوت از وی جمله برود، فااحترز ما استطاع (ماستطعت)... در خبر است از پیغامبر صعلم، هر مومنی که آتش خشم و غضب را نتواند داشت باید که صد بار معوذتین و الم نشرح ده بار بخواند، غضب و خشم از وی بکلی برود. (همو، همان، صفحه ۸۸)

اعجاز خسروی؛ انشای امیر خسرو دهلوی:

امیر خسرو (٦٥١_٧٢٥ق/ ١٢٥٣_١٣٢٥م) برای شعر گویی شهرت جهانی دارد، البته او کتاب "اعجاز خسروی" و "تاریخ علایی" (خزائن الفتوح) را به نثر شیرین فارسی نیز نگاشته است.

در "اعجاز خسروی" محاسن و محسنات و اسالیب و اطوار نثرفارسی به تفصیل آمده است. نثر "اعجاز خسروی" و حتی "خزائن الفتوح" نمونه ی عمده ی نثر مصنوع آن زمان است. امیر خسرو برای نشان دادن مهارت و پختگی قلم خود فارسی بسیار متکلف اما در عین حال زیبا و دلپذیر نوشته است. او در نثر خود از عناصر شعری استفاده ی شایانی می کند. معلوم است که او در نثر نویسی نیز مانند شعر بسیار زحمت کشیده و هنرنمایی کرده است.

نمونه نثر امیرخسرو ملاحظه فرمایید:

"چون بنده در آغاز نوبهار جوانی از "اوراق ابیوردی" و "ازهار" کعب زهیر و "روایح" ابوتمام بوی تمام گرفته بود. در دفتر انشا هر یك مانند زنبور در گل فروشد، و از نشید خود و نسیم آن سرخوش گشته، و آن همه اجزا و اوراق را اوراد خود ساخته، هر جا که هست در ابیات ایشان ورود می نمود. در زبان عرب نیز سوسن بویی کند که پیش از آن نبوده باشد، و در مشك خالص عرب صندل عجم هر نهجی تخلیط دهد که تفریق ممکن نبود، و علاوه به جهت خویش شمامه طرزی پدید آرد، چنانکه در وی بوی فصاحت عرب در مشام نتواند بود، بود که رنگ مقبول پارسیان صورت بندد. پس رویت غالیه بنده آن همه عنبر و عبیر الفاظ را به گلاب معانی خویش مخمر

گردانید، و بیت هایی چون ایوان های فردوس بی قصور از آن طین مشکین بنا کرد، چنانکه هر یك را اگر درعرب برند، جنت المسکین خوانند، و اگر در عجم مشکوئی خسرو، باز در عطرسائی این ابیات دو بنا وضع شد، لفظی ومعنوی.“ (امیر خسرو، اعجاز خسروی، ص: ۷۸)

”آنکه پیش ازین در طرزهائی مصنوع صنعت لفظی را زیور عبارت می ساختند، و آوردن ترصیع و توشیح و تصحیف و تجنیس را کاری شگرف می پنداشتند، اگر چه بنده نیز مراسلات قدیم خود را بسیار جائی از آن حلل آرایشی داد است، در طرز این ترسل از آن همه مهره برچید که هیچ آبگینه ی لفظی را نگینه ی عین عبارت نسازد، مگر جائی بر سبیل ندرت که لفظی جائی معنوی نگاه تواند داشت، چنانکه در بعضی محل مینا نام زمرد را روشن کند. نظائر و امثال این بیان گوهرین اینجا دری از درجی نمودار یافت. (همو، همان، ص:۷۸)

”ز هر نوع شبهات غریب و استعارات بدیع و مبالغت هائی عجیب و معنی هائی دقیق بیرون خیال که از خیال بیرون باشد، و در ندرت از لعل سفید و گوگرد سرخ نایاب تر، در اثنای بر بست هائی خیالات جائی به جائی چون یاقوتی و زمردی که در سلك مروارید برای زیب و زینت درکشند، درکشیدم.“ (همو، همان، ص:۷۹)

☆☆☆☆

کتابشناسی:

- المکی الحسینی، سید جعفر، بحرالمعانی، نسخه خطی، عدد ٤٥٩، دانشگاه پنجاب، لاهور
- امیر خسرو (٢٠١٤م) اعجاز خسروی، به کوشش مصباح الدین نرزیقول، دانشگاه ملی تاجیکستان، دوشنبه، تاجیکستان
- همو، (٢٠٠٨م) افضل الفوائد، حاجی حنیف پرنترز، لاهور، پاکستان
- ایوب قادری، محمد (١٩٦٣م) مخدوم جهانیان جهان گشت، ادارهٔ تحقیق و تصنیف، کراچی، پاکستان
- بابا فرید (فرید الدین مسعود گنج شکر)، (١٣١١ق) فوائد السالکین، ملفوظات منسوب به خواجه قطب الدین بختیار کاکی، مطبع مجتبائی، دهلی، هند
- بابویه الصدوق، محمد بن (١٩٩٨م) تحفة الابرار، ترجمهٔ جامع الاخبار، ترجمه به کوشش مولانا سید ظفر حسن، به اهتمام سید علی عباس طباطبائی، عباس بك ایجنسی، رستم نگر، لکهنؤ، هند
- بختیار کاکی، خواجه قطب الدین (١٣١١ق) دلیل العارفین (ملفوظات منسوب به خواجه معین الدین چشتی اجمیری)، مطبع بختیار، دهلی، هند
- جامی، نور الدین عبد الرحمن (١٨٨٥م) نفحات الانس، چاپ نولکشور، کانپور، هند
- همو (٢٠٠٢م) همان، ترجمهٔ اردو به کوشش سید احمد علی چشتی نظامی، شبیر برادرز، لاهور، پاکستان

چشتی، یوسف سلیم (٢٠٠٩م) اسلامی تصوف میں غیراسلامی نظریات کی آمیزش، چاپ هشتم، مکتبه خدام القرآن، لاهور، پاکستان

- حائری، محمد حسن (١٣٨٢ش) عرفان و تصوف، انتشارات بین المللی الهدیٰ، تهران، ایران

- حسن سجزی (١٩٦٦م) فوائدالفواد، حاجی حنیف پرنترز، لاهور، پاکستان
- حمید قلندر (١٩٥٩م) خیر المجالس (ملفوظات منسوب به خواجه نصیرالدین محمود چراغ دهلی) مرتبۀ خلیق احمد نظامی، انتشارات دانشگاه اسلامی علیگر، علیگر، هند
- همو (بی تا) همان، ترجمۀ اردو به کوشش احمد علی، واحد بك دپو، کراچی، پاکستان
- زرینکوب، عبدالحسین (١٣٦٩ش) دنبالۀ جستجو در تصوف ایران، مؤسسۀ انتشارات امیر کبیر، تهران، ایران
- سهروردی، شهاب الدین (١٣٦٤ش) عوارف المعارف، شرکت انتشارات علمی و فرهنگی، تهران، ایران
- کلیم الله دهلوی (١٣٠١ق) مکتوبات کلیمی، به کوشش یوسف دهلوی، دهلی، هند
- گیسو دراز (٢٠٠٦م) شرح جوامع الکلم، ناشران الفیصل، غزنی ستریت، اردو بازار، لاهور
- قشیری، ابوالقاسم عبد الکریم (٢٠٠٩م) رسالۀ قشیریه، مکتبۀ اعلیٰ، داتا دربار مارکت، لاهور، پاکستان
- محدث دهلوی، شیخ عبدالحق (١٣٨٣ش) اخبار الاخیار، انتشارات انجمن آثار مفاخر فرهنگی، تهران، ایران

معارج الولایة، نسخه خطی، دانشگاه پنجاب، لاهور

معصوم بهکری، محمد (١٩٣٨م) تاریخ معصومی، به کوشش عمر بن داؤد پوتا، بهندارکر اورینتل انستیتیوت پونا، هند

❁……❁……❁

Majallah Tahqiq
Research Journal of
the Faculty of Oriental Learning
Vol: 34, Sr.No.96, 2014, pp 63 - 70

مجلّہ تحقیق
مجلّہ کلیہ علوم شرقیہ
جلد ۳۵، جولائی۔ستمبر ۲۰۱۴ء، شمارہ ۹۶

نگاهی به نسخهٔ خطی شرح دیوان صایب تبریزی

دکتر نجم الرشید☆

Abstract:

Commentaries on Classical Persian works are of great important in sub-continent literary traditions. Behlol Kol Barki Jalandhary is a famous Persian writer, scholar and commentator. He has written commentaries on the poetry of Hafiz Shirazi, Saib Tabrizi, Nasir Ali Sarhindi and Ghani Kashmiri. In this article, a manuscript, kept in the Central Liberary of Punjab University, Lahore, has been introduced.

Key Words: Persian Literature, Sub-continent, Behlol Kol Barki, Commetary on Saib's poetry .

بهلول کول برکی جالندهری (۱) ، عارف، نویسنده، شاعر و شارح فارسی زبان بود. وی در جالندهر زاده شد و در همانجا درس خواند. او به عرفا و دانشمندانی چون شاه بهیکه چشتی، شاه بلاق قادری لاهوری ، سید علیم الله جالندهری ارادت و وابستگی داشت. در ۱۱۷۰ق / ۱۷۵۱م در گذشت و مزارش در جالندهر است.

☆ دانشیار، گروه فارسی، دانشگاه پنجاب ، لاهور

آثار بهلول:

۱۔ فواید الاسرار فی رفع الاستار عن عیون الاغیار
۲۔ شرح دیوان حافظ
۳۔ شرح دیوان غنی
٤۔ شرح دیوان ناصر علی سرهندی
٥۔ شرح دیوان صائب تبریزی
٦۔ شرح مثنوی معنوی
۷۔ شرح مخزن الاسرار
۸۔ سیف المسلول علی من اعرض عن سماع الرسول
۹۔ عقاید علیه در مذهب صوفیه
۱۰۔ فواید فی علم العقاید
۱۱۔ دیوان بهلول
۱۲۔ احوال نامه

مشخصات نسخه:

نسخهٔ خطی از شرح دیوان صایب تبریزی در کتابخانهٔ مرکزی دانشگاه پنجاب، لاهور در مجموعه شیرانی ، به شماره ، 5192/2181/3 نگهداری می شود.(۲)

این نسخه در یك مجلد که دارای سه شرح از بهلول کول برکی (شرح دیوان صایب، شرح دیوان ناصر علی سرهندی و شرح دیوان غنی کشمیری) است ، وجود دارد. این مجلد مشتمل بر ۱۷۸ برگ است. شرح دیوان صایب در برگ های ٤۹۔۲، شرح دیوان ناصر علی سرهندی در برگ های ١٤٩۔ ٥٠ ، و شرح دیوان غنی کشمیری در برگ های ۱۷۸۔ ۱٥۱ آمده است .

آغاز مقدمه:

" الحمد الله الذی نور بنور مرفته قلوب العارفین و... عشقه صدور العاشقین والسلام علی محمد سید الامین والعالمین وعلی اله و اصحابه اجمعین......" (۳)

آغاز شرح:

- " کار را پی کار فرما پیش بردن مشکل است
  کار فرمای بمن از غیرت....
  ای کار فرمای و مرشد من همکار گردان...." (٤)

پایان شرح:

- "در بحر تنگ ظرف جهان چند،چون حباب
  در دل گره کنم نفس آرمیده را (۵)

کلمهٔ تنگ را به فتح و ضم هر دو توان خواند. همانا قوله حباب مشبه به تنگ ظرف است، نه مصراع آینده چرا که حباب نفس خود را در گره نمی دارد. مخفی نماند اگر به هر حال مشبه به این مصراع گردانند. در این صورت، کلمهٔ حباب محض برای تلازم بحر و تنگ ظرف باشد..." (٦)

ترقیمه:

از ترقیمه این نسخهٔ خطی برمی آید که این نسخه به خط شارح ، بهلول کول برکی، نوشته شده است.

" تمام شد به خط شارح عفی عنه " (۷).

مطالبِ مقدمه:

- این شرح دارای مقدمهٔ دو صفحه ای است.
- ضمن مقدمه یك متن مصنوع ارائه داده و بعد از حمد و سپاس پروردگار به مدح پیامبر(ص) پرداخته است.
- شارح خود را در این مقدمه چنین معرفی می کند:
  " اما بعد می گوید بهلول کول بن مرزا خان البرکی ثم الجالندهری..." (۸)
- ضمن مقدمه ، بهلول کول به شاه بهیکه ، مرشد خود نیز ابراز عقیدت می کند.(۹)
- از مقدمهٔ این کتاب چنین برمی آید که شارح پس از شرح دیوان غنی کشمیری در سال ١١٢٤ ق به شرح دیوان صایب تبریزی پرداخته است. بهلول کول درشرح خود دربارهٔ سال نگارش شرح مورد بحث و انگیزهٔ نگارش آن چنین می نویسد:

" در این ولا در سنه الف و مایه و عشرون و اربع (= ١١٢٤) که هنگام فراغ از شرح دیوان غنی کشمیری است، بعضی اعزه که مُراعات خاطر ایشان از

مهمات است، استدعا چنان نمودند و مکلف برآن شدند که هم بر اشعار متین استاذِ وقت مرزا صایب را چیزی به طریقه توضیع و تشریح بر نگارند. بنابر استر ضای جماعه مذکور ...... به حل معانی بندی از ابیات به حرف الف دیوان آن مرامد شعرای عصر که به دیوان صایب موسوم است پرداخت و در یك چند روز به منزل مقصود رسید." (۱۰)

نمونه های شرح:

صورخیال:

۱۔ تشبیه:

۔ " جلوۀ روی عرقناك تو ای ماهِ تمام
سیر چشم از ماه و اختر می کند آئنه را (۱۱)

تشبیه ماه به روی است و تشبیه اختر به عرق. " (۱۲)

۔ " [با دل نازك ملایم ساز خلق خویش را]
بیشتر از موم می باشد حصار آئنه را (۱۳)

بدانکه تشبیه آئنه به دل نازك است و تشبیه موم به خلق ملایم." (۱٤)

۔ " در جهان پاکبازی فقر هم دام بلاست
مهر در ششدر در ز نقش بوریا باشد مرا" (۱۵)

شش در مکان مشکل نرد است. چون مهره در آن می رسد بازی بند [بسته] می گردد و همانا نقش بوریا را تشبیه به فقر است و مهره در شش در را به دام بلا. مقصود آنکه یعنی هرگاه که در عالم پاکبازی فقر هم دام بلاست، پس نقش بوریا مرا به جای مهره در شش در می باشد؛ حاصل آنکه نقش بوریا نیز مرا بد می نماید". (۱٦)

۲۔ استعاره:

۔ " نمی بینی از استغنا بزیر پا نمی دانی
که آخر می شود خار سر دیوار مژگانها (۱۷)

"بودن مژگان خار سر دیوار استعاره از موت [مرگ] است. چه وقتیکه آدمی می میرد مژگان او مثل خار سر دیوار حرکت نمی کنند". (۱۸)

۔ "چون دل عاشق نگردد صایب از چین غیور
صحبت او ناز پرور می کند آئنه را (۱۹)

" چون به معنی چگونه و چین استعاره از غصه است " (۲۰).

- "اگر نه مد بسم الله بودی تاج عنوانها
نگشتی تا قیامت نو خط شیرازه دیوانها (٢١)
" نو خط استعاره از زیبایی است...." (٢٢).

٣ـ کنایه:

- " هست چون جان، چار دیوار عناصر گو مباش
می خوری ای لیلی عالم غم محمل چرا (٢٣)
لیلی عالم کنایه از روح است، متأمُل . انسب این است که اضافت بیانیه باشد و محمل کنایه از جسم". (٢٥)

- " مهِ نو می نماید گوشهٔ ابرو تو هم ساقی
چو گردون برسر چنگ آر آن جام هلالی را (٢٦)
جام هلال کنایه از پیاله شراب است " .(٢٧)

- "صبر کن تلخ کامیها که آخر روزگار
چشم سار نوش سازد بوسه گاهِ خویش را (٢٨)
کنایه از دهن است". (٢٩)

٤ـ تلمیح:

- "از دو جانب بود مشکل جمع کردن خویش را
فکر آغازم برآورد از غم انجامها (٣٠)

اشاره بر این مضمون است که حضرت عبدالله انصاری فرموده که مردمان از دم آخر می ترسند که خاتمه به خیر باشد یا نه و این فقیر از روز اول می ترسد که به نام ما چه نوشته اند". (٣١)

نکات دستوری:

- " زهی نقاب جمالت برهنه روئیها
خموشی تو زبان بند کام جوئیها (٣٢)

نقاب مضاف و جمله برهنه روئیها مضاف الیه. ای جمال تو نقاب برهنه روئیهای محبوبان ذکر شده و خموشی تو زبان بند کنندهٔ کام جوئیها گشته یعنی به سبب خموشی توهیچکس اظهار مطلب خود نمی کند و نه دلبری پیش جمال تو برهنه رو می گردد". (٣٣)

- " چون ز دنیا نعمت الوان هوس باشد مرا؟
خون دل چندان نمی پایم که بس باشد مرا (۳٤)

در این مصراع استفهام انکاری است و کلمه چون به معنی چگونه و هم انسب است که مصراع اول شرطیه باشد و مصراع ثانی جزائیه". (۳۵)

علل و معلول مصراع:

- ای دفتر حسن ترا فهرست خط خالها
تفصیلها پنهان شده در پردهٔ اجمالها (۲٦)

این مصراع تفسیر و بیان مصراع اول است یا علت آن همانا قوله تفصیلها را تشبیه است به دفتر حسن و کلمه اجمال را تشبیه به فهرست. مقصود آنکه خوبی حسن تو از خال و خط آشکارا می شود." (۳۷)

- "نیست پروای سلیمان آن پری رخساره را" (۳۸)
علت مصراع اول است . (۳۹)

اصلاح و ایراد:

- "خود نمایی پرده بر می دارد از بالای اصل
نیست عیبی در نشستن دامنِ کوتاه را (٤۰)

همانا اگر به جای کلمه اصل لفظ نقص می آورد، اولی می شد. چه کوتاهی دامن، نقص دامن است نه اصل .... که اصل از جمله نقص و عیب است." (٤۱)

- "محو رخسار تو از هر دو جهان مستغنی است
مژه بیکار بود دیدهٔ قربانی را (٤۲)

همانا مژه را که تشبیه به دو جهان داده مناسب نیست." (٤۳)

☆☆☆☆

حواشی:

۱ـ برای اطلاعات بیشتر از احوال و آثار بهلول کول برکی جالندهری ، نگاه کنید به: برزگر، " بهلول جالندهری"، ۵۲۷ـ ۵۲۶؛ بشیر حسین ، ۴۴۳/۳ ؛ چاند بی بی ، صص ۱۷۳ـ ۱۶۳؛ رحمان علی، ص ۳۴؛ غلام سرور، ۴۹۸/۱ ؛ ظهورالدین ، ۳۹۶/۳ـ ۳۸۷؛ قاسمی ، " بهلول کول برکی جالندهری " ، ص ۹۷۹ ؛ همو ، ۱۸۵۰ ؛ منزوی ، ۲/ ۱۱۵۵ ، ۱۵۷۶/۳ ، ۱۶۰۳ ، ۱۶۴۹ ، ۱۷۰۷ ؛ ۹۱۸/۷؛ نبی هادی ، ص ۱۱۵ .

۲ـ بشیر حسین ، ص ۴۴۳/۳ .

۳ـ برکی ، نسخهٔ خطی شرح دیوان صایب تبریزی ، ا پ.

۴ـ همان ، ۲ پ.

۵ـ صایب تبریزی ، ص ۳۵۹.

۶ـ برکی، ۴۹ر.

۷ـ همان.

۸ـ همان ، ا پ.

۹ـ همان، ۲ ر.

۱۰ـ همان ، ا پ و ۲ ر.

۱۱ـ صایب تبریزی، ص ۱۲۱.

۱۲ـ برکی ، ۴۱ پ.

۱۳ـ صایب تبریزی ، ۱۲۳.

۱۴ـ برکی ، ۳۰ ر.

۱۵ـ صایب تبریزی ، ص ۷۰.

۱۶ـ برکی ، ۱۴ پ.

۱۷ـ صایب تبریزی ، ص ۳.

۱۸ـ برکی ، ۳ ر.

۱۹ـ صایب تبریزی ، ص ۱۲۱.

۲۰ـ برکی ، ۴۲ پ.

۲۱ـ صایب تبریزی، ص ۳.

۲۲ـ برکی ، ۲ پ.

۲۳ـ صایب تبریزی ، ص ۲۴.

۲۵ـ برکی ، ۶ ر.

۲۶ـ صایب تبریزی ، ص ۲۱۹.

۲۷ـ برکی ، ۶ر.

۲۸ـ صایب تبریزی ، ۴۲؛ در دیوان تصحیح شده به جای کلمه " خویش" ، واژه " نیشن " آمده است.

۲۹ـ برکی ، ۳۲ پ.

۳۰ـ صایب تبریزی، ص ۱۵۶.

۳۱ـ برکی ، ۶ ر.

۳۲ـ صایب تبریزی ،ص ۳۲۸.

۳۳ـ برکی ، ۴ ر.

۳۴ـ صایب تبریزی ، ص ۷۲.

۳۵۔ برکی ، ۳۰ ر. ۳۶۔ صایب تبریزی ، ص ٤١٠ .

۳۷۔ برکی ، ٤ پ و ٥ر. ۳۸۔ صایب تبریزی ، ص ١٠٩ .

۳۹۔ برکی ، ٣٦ پ.

٤٠۔ صایب تبریزی ، ص ١٠٠؛ (در دیوان تصحیح شده به جای کلمه " دامن " واژهٔ "جامه " آمده است).

٤١۔ برکی ، ٧ ر. ٤٢۔ صایب تبریزی ، ص ٢٧٣ .

٤٣۔ برکی، ١٦ر.

کتابشناسی:

☆ برزگر،حسین، " بهلول جالندهری " ، دانشنامهٔ ادب فارسی ، ج ٤ ، به سرپرستی حسن انوشه ، تهران ، ١٣٨٠ ش.

☆ برکی ، بهلول کول جالندهری ، شرح دیوان صایب تبریزی ، نسخهٔ خطی، 5192/2181/3 نگهداری می شود.

☆ بشیر حسین ، محمد ، فهرست مخطوطات شیرانی ، ج٣ ، لاهور ، ١٩٧٣م.

☆ چاند بی بی ، سیده ، حافظ شناسی در شبه قاره ، اسلام آباد ، ٢٠٠٧م.

☆ رحمان علی صاحب ، تذکرهٔ علمای هند ، لکهنو ، ١٩١٤م.

☆ صایب تبریزی، دیوان، به تصحیح محمد قهرمان، ج١، تهران، ١٣٧٠ش.

☆ ظهور الدین احمد ، پاکستان میں فارسی ادب ، ج٣ ، لاهور ، ١٩٧٧م.

☆ غلام سرور ، خزینة الاصفیا، نولکشور ، بی تا.

☆ قاسمی ، شریف حسین ، " بهلول کول برکی جالندهری " ، دانشنامهٔ زبان و ادب فارسی در شبه قاره ، انتشارات فرهنگستان زبان و ادب فارسی ، تهران ، ١٣٨٤ش.

☆ همو ، فهرست نسخه های خطی و چاپی دیوان حافظ در هند، دهلی نو ، ١٩٨٨م.

☆ منزوی ، احمد ، فهرست مشترك نسخه های خطی فارسی پاکستان، ج٢،٣،٩، اسلام آباد، ١٩٨٤؛ ١٩٨٤؛ ١٩٨٨ .

☆ Nabi Hadi, Dictionary of Indo - Persian Literature, Dehli,1995.

Majallah Tahqiq
Research Journal of
the Faculty of Oriental Learning
Vol: 35, Sr.No.96, 2014, pp 79 – 112

مجلہ تحقیق
کلیہ علوم شرقیہ
جلد 35 جولایی ــ ستمبر 2014، شمارہ 96

الإشتراك اللفظى بين الأثبات و الإنكار عند القدامى

* د.حارث مبين

Abstract

This paper deals with lexical study of homonymy phenomenon in Holy Quran in special reference to the thought of primitive Muslim Linguists in early Hijra centuries. The term homonymy ***(ishtirak lafzi)*** is used when one form (written & spoken) has two or more unrelated meanings. Homonyms are words which have quite separate meanings, but have accidentally come to have exactly the same form. The outset of the 19th century, semantics was treated as the science of meaning and it was used in its modern sense for first time. As result of semantic analysis lexical relations among words can be determined. One of the main categories of lexical relations focuses the homonyms that have been discussed in this article highlighting the endeavors of Muslim philologists in this field in second and third centuries of Hijra. In early centuries of Islam, Arab linguists thoroughly discussed the phenomenon of Homonymy in Arabic language and analyzed its various forms and styles used in Holy Quran. Some scholars negated the existence of Homonymy in Arabic Language while majority of them affirmed it with substantial arguments.

كانت جزيرة العرب أرضاً واسعةً حيث اجتمع فيها قبائل شتّى و أحزاب كثيرة. فبهذه الكثـــرة المتكاثرة كان صلا بدّ من وجود لهجات كثيرة كوسائل للتعبير.ومن بين هـــذه

* الأستاذ المساعد، قسم اللغة العربية، جامعة بنجاب،لاهور

اللهجات المختلفة العربية، قد سادت لهجة قريش على اللهجات كلها، وكان عددها حوالى أربعين لهجة، وكانت كلها فصيحة التى استخدمت فى القرآن الكريم (1) والآخذ بها مصيب غير مخطئى و اللغة العربية بطبيعتها قد وسعت جميع الأغراض التى تناولها البشر و لم تضق ذرعاً بجميع العلوم و الفنون ولكثرة البيئات كثرت الطرقات واللهجات. كان من المستحيل على مجموعة البشرية أن تعيش فى مساحة أرضية شاسعة، وأن تصطنع فى حديثها اليومى لغة موحدة، تخلو من اختلاف صوتي أو دلالى أو اختلاف فى البيئة أو التراكيب و لم تزل قبائل العرب فى الحل والرّحال وكانت تلتقى بعض من البعض فمن هنا زاد الإحتكاك و إزدهرت الأسواق وتبادلت الآراء وجعل الناس يأخذون ويعطون فيما بينهم من المفردات والكلمات.وقد اشتركت لهجاتهم كما اشتركوا فيما بينهم من الأمور المختلفة وهكذا ظهرت ظاهرة الإشتراك اللفظى فى اللغة العربية.

قد اختلف الباحثون فى مبلغ ورود المشترك اللفظى فى اللغة العربية. كثير من العلماء يثبتون وجود الاشتراك اللفظى فى اللغة وأنكر بعض اللغويين القدامى وقوع هذه الظاهرة إلا أنهم قليلون جداً.

وكل فريق من النافين والمثبتين قد نظر إلى الكلمات ومعانيها من زاوية خاصة كما يرى بعضهم.

فالذين تأولوا أمثلة المشترك اللفظي على أنها كلها من الحقيقة قد نظروا إليها نظرة تاريخية وتتبعوها في عصور مختلفة.

وأما الآخرون فنظرتهم وصفية واقعية، إذ بحثوا في الكلمات ومعانيها في عصر خاص.

لكني أرى أن تطبيق هذا المنهج الحديث على القدامي فيه ظلم لهم فما كانوا يعرفون كل هذه المصطلحات، وكان تعلق العلماء بالشواهد والنصوص هو الأساس.

ولا تضر مخالفة المخالفين: فقد أنكر بعضهم أن يكون في اللغة مجاز اصلا، ونفي بعضهم أن يكون فيها حقيقة، وقال فريق ثالث بأن المدلولات تتبدل وتتغير: ففرس امرى القيس غير فرسنا اليوم. وحجة القائلين بالمنع: بأنه إن وجد مع اللفظ الثاني البيان فهو طويل، والإفات المقصود.

ورد المجيزون: بان الفائدة لم تفت، إذ أنه يفيد فائدة إجمالية، كما في أسماء الأجناس، وأيضاً لفائدة البيان بعد الإجمال، كما في البلاغة والبيان.

وتمسك المانعون أيضاً بأن المجاز والحقيقة لعبا دوراً هاماً، وأن المجاز في النقل باق حتى بعد النقل، ونقول لهم: إنه مات في زحمة الاستعمال، والنقل في اللغة كالنسخ في الشريعة.

وحجة بعض المانعين أيضاً: أنه أتى من اختلاف التصاريف ومخالفة بنية الكلمة من اختلاف المصادر(2).

ومن فقهاء اللغة والعلماء القدامى البارزين الذين أنكروا وجود الأشتراك اللفظي في العربية، وهوعبدالله بن جعفر المعروف بابن درستويه فارسي الأصل في طليعة هؤلاء العلماء المنكرين للاشتراك اللفظي، المسرفين في إنكاره. ابن درستويه إشتهر وتوفي ببغداد، وله مؤلفات كثيرة، منها: الكتاب ومعاني الشعر والإرشاد ونقض كتاب العين وإبطال الأضداد، ومن كتبه التي لا تزال مخطوطة "تصحيح الصحيح" وهو المعروف بشرح الفصيح أي فصيح ثعلب(3).

ويرد ابن درستويه المشترك، لأن مثل لفظ "وجد" من المعاني المختلفة، ما رواه اللغويون فيه، وهي: العثور على الشئ، والغضب، والعشق، ولم يسلم ابن درستويه ويقول في شرح فصيح ثعلب: "فظن من لم يتأمل المعاني، ولم يتحقق الحقائق، أن هذا الفظ واحد، قد جاء لمعان مختلفة، وإنما هذه المعاني كلها شئ واحد، وهو إصابة الشئ خيراً كان أو شراً "(4).

وكما يقول ابن درستويه أيضاً: "فإذا اتفق البناء ان في الكلمة والحروف، ثم جاء لمعنيين مختلفين، لم يكن بد من رجوعهما إلى معنى واحد، يشتر كان فيه، فيصيران متفقى اللفظ والمعنى" (5).

وقد أشار ابن درستويه إلى الأسباب التي تدعو إلى نشوء المشترك اللفظي في اللغة، حينما قال: "فلو جاز وضع لفظ واحد، للدلالة على معنيين مختلفين، لما كان ذلك إبانة، بل تعمية وتغطية، ولكن قد يجئ الشئ النادر من هذه العلل. وإنما يجي ذلك في لغتين

متباينتين، أو لحذف واختصار قد وقع في الكلام، حتى اشتبه اللفظان، وخفى ذلك على السامع، وتأول فيه الخطأ "(6).

كان أبو على الفارسي ينظر إلى الموضوع نظرة معتدلة، لا يغالي فيها في إنكار الاشتراك مغالاة ابن درستويه، ولا يبالغ في جميع صوره مبالغة الفريق الأول، فهو يقول: "اتفاق اللفظين واختلاف المعنيين ينبغي ألا يكون قصداً في الوضع ولا أصلاً ولكنه من لغات تداخلت، أو أن تكون لفظة تستعمل لمعني ثم تستعار لشئ فتكثر وتصير بمنزلة الأصل"(7).

وفي ضوء هذا الذي يذكره أبو علي الفارسي، ينبغي أن ننظر إلى المعاني الكثيرة المختلفة، التي تذكرها المعاجم العربية، لهذا اللفظ أو ذاك كلمة "العجوز" التي روى لها صاحب القاموس أكثر من سبعين معنى، ومنها: "الإبرة والأرض والأرنب والأسد والألف من كل شئ والشيخ والشيخة والشمس والسنة وشجر معروف والكعب والقيامة والنار والناقة والنخلة (8) وغير ذلك.

و قد أنكر تاج الدين الأرموي محمد بن الحسين الاشتراك اللفظى فى كتابه الحاصل: " إن النقيضين لا يوضع لهما لفظ واحد لأن المشترك يجب فيه إفادة التردد بين معنييه، والتردد فى النقيضين حاصل بالذات لا من اللفظ"(9).

ولا يسعنا إلا أن نقدم موقف أبي هلال العسكري،الذى يؤمن بالإشتراك اللفظى فى صورة واحدة، و هى أن تستعمل كلمة مشتركة فى بيئتين مختلفتين فى المعانى المختلفة، وهو يرى بأنه إذا كان الأمر على العكس فلا يمكن وجود الاشتراك اللفظى(10).

وقد كان الرسول صلى الله عليه وسلم أفصح الناس فى تاريخ البشرية وقد استخدم الرسول صلى الله عليه وسلم الكلمة المشتركة "السور" في كلامه. وهذا ما ورد فى حديث عن جابر بن عبدالله رضى الله عنهما أن النبى صلى الله عليه وسلم قال: "يا أهل الخندق! قوموا فقد صنع جابر سورا. قال أبو العباس ثعلب: إنما يراد من هذا أن النبى صلى الله عليه وسلم تكلم بالفارسية، صنع سورا أى: طعاما دعا إليه الناس (11).

وهناك معنى آخر لهذه الكلمة وهى: حائط المدينة ومنه قوله تعالى ﴿ فَضُرِبَ بَيْنَهُمْ بِسُورٍ لَهُ بَابٌ ﴾ (الحديد: 13) .

ونجد فى الروايات عن هجرة الرسول صلى الله عليه وسلم أن أبا بكر رضى الله عنه قد استخدم كلمة دلت على معنى مشترك وهو قوله: "هذا رجل يهديني السبيل" فيهديني السبيل هنا لا يعنى أنه يدله على طريق السفر كما ذهب إليه ظن المخاطبين و إنما أراد أبو بكر أنه يهديني الطريق إلى الله وسبيل الحق (12).

قد ذكر علماء اللغة أن مقاتل بن سليمان بن بشير البلخي(المتوفى 150هــ) العالم الأول الذى صنف كتابافى الاشتراك اللفظى وسماه "الوجوه و النظائر في القرآن العظيم".وجاء بكثير من الألفاظ المشتركة من المصحف الشريف وعلى سبيل المثال نذكر واحدة منهاوهى كلمة:"الفلاح" أولاً: السعادة،فقوله تعالى: ﴿ قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُونَ ﴾ (المؤمنون:1) و ثانياً:الفوز، قال تعالى: ﴿ إِنَّهُ لَا يُفْلِحُ الْمُجْرِمُونَ ﴾ (يونس:17) (13).

ثم عالج هذا الموضوع معالجة مستفيضة هارون بن موسى الأزدي الأعور (المتوفي 170هــ) وتوجد منه نسخة مخطوطة "الوجوه والنظائر في القرآن" في مكتبة Chester Beauty،(14) وتبعه أبو عبدالرحمن خليل بن أحمد الفراهيدي (المتوفي 176هــ) من أئمة اللغة العربية الذي ألف كتاب العين بالإضافة إلى المؤلفات القيمة الأخرى عن النحو واللغة ممن قال بوجود الاشتراك اللفظي ويدل على ذلك ما جاء في مؤلفاته وما حكاه علماء اللغة عنه. ويجدر بنا أن نبدأ حديثنا بذكر ما جاء من الكلمات في مؤلفاته على وجه أخص في كتابه العين. ولا يسعنا إلا أن نكتفي بسرد البعض من الأمثلة التي اقتبساها من كتابه العين. وهي كلمة "الزعيم" فقد شرحها أتي بمعان مختلفة لهذه الكلمة وهي: 1. سيد القوم، 2. الكفيل بشيء، 3.زعامة المال، 4.الداعي. وقد أورد الأمثلة التي استشهدبها واستدل على ما إدعاه من المعاني لهذه الكلمة.

أولاً: سيد القوم ورأسهم هو زعيمهم الذي يتكلم عنهم ويعبر عن إرادتهم. ويستشهد على ذلك بقول لسان العرب وتاج العروس ليلي الأخيلية التي تقول وهي تتحدث عن فارس:

حتى إذا رفع اللوا رأيته   تحت اللواء على الخميس زعيماً

ثانياً: الزعيم الذي يُكفل بشيء. وقد استشهد الفراهيدي على ذلك بآية قرآنية وهو قوله تعالى: ﴿ وَأَنَا بِهِ زَعِيمٌ ﴾ (يوسف: 72) أي أنا كفيل ومسئول بذلك.

ثالثاً: الزعيم. أي الطامع ويقول العرب: زعم فلان في غير مزعم أنى طمع في غير مطمع. فالزعم (أي المزعم) هنا الطمع فيكون الزعيم هو الطامع.

رابعاً: الزعيم الذي يدعوك إلى الطعام عنده. من قولهم زعمته أي دعوته وأنا معزوم عنده أي مدعو إلى الطعام عنده. ومنه قولهم أزعمته إزعاماً أي أطعمته إطعاما.

خامساً: زعامة المال. ويستعمل العرب مصدر الزعامة لكثير والأفضل من المال. فزعامة المال أي أكثره وأفضله من الميراث ومن ذلك قول لبيد:

تطبير عدائد الاشتراك شفعا   ووتراً والزعامة للغلام

سادسا: الداعيُّ (15)

إن أبا زكريا يحيى بن الزياد الفراء(المتوفى207هـــ) قد تناول بعض الكلمات التي ظنّها من المشترك اللفظي ومنها كلمة "العين" نذكر بعض معانيها عنده:

ومعنى الأول لعين البصر، قوله تعالى: ﴿ وَلَا تَعْدُ عَيْنَاكَ عَنْهُمْ تُرِيدُ زِينَةَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا﴾ (الكهف: 28).

وهناك معناها الثاني لعين الماء ﴿عَيْنًا يَشْرَبُ بِهَا عِبَادُ اللَّهِ يُفَجِّرُونَهَا تَفْجِيرًا﴾ (الدهر:6)

والكلمة "الأمة" معناها عند الفراء.

1. حين من الدهر: قوله تعالى: ﴿ وَادَّكَرَ بَعْدَ أُمَّةٍ ﴾ (يوسف: 45)
2. النسيان من نفس الآية (16)

وما لنا بمستطاع أن نذكر جميع الكلمات المشتركة التي عالجها الفراء في تأليفه "معاني القرآن" ولكننا نذكر بعضا منها: النسيان (17) السجود (18) الظلم (19) النضر (20) الحميم (21)وغيرذلك.

يعد أبو بشرعمرو بن عثمان سيبويه (المتوفي 180هـــ) من بين المثبتين للاشتراك اللفظي كما نقل الأستاذ الجليل والباحث الكبير محمد حسين آل ياسين عن سيبويه في

كتابه: "الأضداد في اللغة" ويقول سيبويه: "اعرف أن من كلام العرب اختلاف اللفظين لاختلاف المعنيين نحو جلس وذهب، واختلاف اللفظين والمعني واحد نحو ذهب وإنطلق، واتفاق اللظفين والمعني مختلف مثلاً: وجدت عليه م الموجدة ووجدت إذا أردت وجدان الضالة، وأشباه هذا كثير" (22) وهذا نص كلام سيبويه في كتابه.

وقد أشار أبو عبيدة معمر بن المثني التيمى (المتوفي 210هـــ) في كتابه "مجازالقرآن" إلى كلمات مشتركة ومنها ما تلي: "الأمة" ومعناها الجماعة والنسيان والإمام المطيع والدين والاستقامة:

1. الجماعة: قوله تعالى: ﴿وَلْتَكُنْ مِنْكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ﴾ (آل عمران:104) وكقوله تعالى: ﴿ كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ ﴾ (آل عمران: 110)
2. النسيان: قوله تعالى: ﴿ وَادَّكَرَ بَعْدَ أُمَّةٍ ﴾ (يوسف: 45) وسياق "وادّكر" قرينة لمعني "أمة" النسيان.
3. الإمام المطيع: قوله تعالى: ﴿ إِنَّ إِبْرَاهِيمَ كَانَ أُمَّةً قَانِتًا لِلَّهِ ﴾ (النحل: 120) وقال أبوعبيدة أن كلمة "الأمة" لها معنيان آخران وهما "الدين والاستقامة"(23)

وقد تناول الإمام أبوبكر عبدالرزاق بن همام الصغاني(المتوفي 211هـــ) أن الاشتراك اللفظي واقع في اللغة العربية والقرآن الكريم، مثلاً عالج كلمة "الروح" في كتابه: "تفسير القرآن العزيز" وقال أن الروح له معان عديدة: الوحي والرحمة وجبريل عليه السلام وملك من الملائكة:

1. الوحي: قوله تعالى:﴿يُلْقِي الرُّوحَ مِنْ أَمْرِهِ عَلَى مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ﴾(الغافر:15)
2. والرحمة: قوله تعالى: ﴿ وَلَا تَيْئَسُوا مِنْ رَوْحِ اللَّهِ ﴾ (يوسف: 87)
3. وجبريل عليه السلام: قوله تعالى: ﴿ وَأَيَّدْنَاهُ بِرُوحِ الْقُدُسِ ﴾ (البقرة: 87)
4. ملك من الملائكة:كقوله تعالى﴿ وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الرُّوحِ قُلِ الرُّوحُ مِنْ أَمْرِ رَبِّي﴾ (الإسراء:85)(24)

وقد أظهر معان مختلفة لكلمة "الرقيم" وهي:

1. الكتاب، 2.الوادي الذي فيه كهف أصحاب الكهف، 3.القرية (25)

والكلمة "المولي" معناها:

1. الولي ، 2.الأب ، 3.الأخ ،4.إبن الأخ ، 5.وغيره من العصبة (26)

وممن قال بوجود الاشتراك اللفظي في اللغة العربية أبو سعيدعبد الملك بن قريب الأصمعي(المتوفى 216هــ).من كبار أئمة اللغة العربية الذي أنفق حياته يبحث عن اللفظ العربي في بادية العرب بين قبائلها المختلفة فألّف ما ألّف من الكتب الكثيرة في لغة العرب ومن ذلك له كتاب سمّاه " كتاب الأضداد "والاعتراف بوجود الأضداد يعني الاعتراف بوجود الاشتراك اللفظي وقد نوّه بذلك كله الأستاذ المحقق الباحث الكبير محمد حسين آل ياسين(27).

ونكتفي هنا بمثال واحد لكلمة "المولى" واقتيناها من كتابه الأضداد ولكن هنا نجد الفرق بين المعاني لكلمة "المولى" عند الإمام المفسر عبدالرزاق الصنعاني ولاإمام الأصمعى.

وقد ذكر الأصمعي معنيين للكلمة وهما:الأول: المُنعِمُ والثاني: المنعَم عليه

ثم أورد الأصمعي قول أبي عبيدة أن للمولى سبع مواضع:

1. المولى ذو النعمة من فوق
2. المولى المنعم عليه وأسفل، وفي كتاب الله تبارك وتعالى: ﴿ فَإِنْ لَمْ تَعْلَمُوا آبَاءَهُمْ فَإِخْوَانُكُمْ فِي الدِّينِ وَمَوَالِيكُمْ ﴾ (الأحزاب: 5)
3. والمولى في الدين من الموالاة وهو الولي، نحو قوله تعالى﴿ ذَلِكَ بِأَنَّ اللَّهَ مَوْلَى الَّذِينَ آمَنُوا وَأَنَّ الْكَافِرِينَ لَا مَوْلَى لَهُمْ ﴾ (محمد: 11)

وقال عزوجل في مكان آخر: ﴿ فَإِنَّ اللَّهَ هُوَ مَوْلَاهُ ﴾ (التحريم: 4)

وجاء في الحديث من كنت مولاه فإن عليا مولاه، وقول النبي صلى الله عليه وسلم مزينة وجهينة وأسلم وغفار موالي الله ورسوله، قال العجاج (الرجز):

موالى الحق إن المولى شكر

أي أولياء الحق، وقال لبيد (الكامل):

فغدت كلا الفرجين تحسب أنه　　　مولى المخافة خلفها وأمها

4. والمولى ابن العم، وفي كتاب الله:﴿يَوْمَ لَا يُغْنِي مَوْلًى عَنْ مَوْلًى شَيْئًا وَلَا هُمْ يُنْصَرُونَ﴾ (الدخان: 41) أي ابن العم عن ابن العم، ومنه قوله تعالى:﴿وَإِنِّي خِفْتُ الْمَوَالِيَ مِنْ وَرَائِي﴾ (مريم: 5) أي بني عمي، وقال مخارق بن شهاب المازني (الطويل)

وإني لمولاك الذي لك نصره إذا برطمت تحت السبال العنافق

5. والمولى الجار، قال سريع بن وعوعة الكلابي وجاور بنى كليب كليب بن يربوع فأحمد جوارهم (الطويل):

جزى الله ربي ولاجزءا بكفه كليب بن يربوع وزادهم حمدا

6. والمولى الحليف، قال حصين بن الحمام المري (الطويل):

يا أخوينا من أبينا وأمنا مرا موليينا من قضاعة يذهبا

7. والمولي الصهر، قال أبو المختار الكلابي (الطويل):

ولا يفلتن النافعان كلاهما وذاك الذي بالسوق موت بني بدر(28)

إن أبا عبيد القاسم بن سلام الهروي البغدادي (المتوفي 224هــ)، عالم اللغة وصاحب غريب المصنف الشهير وأفرد في كتابه "كتاب الأجناس من كلام العرب وما اشتبه فى اللفظ و اختلف فى المعنى" فصلا كاملا، سرد فيها أكثر من 150 كلمة مشتركة وجاء بعجائب كثيرة في اللغة ومن الكلمات المشتركة التي ذكرها في كتابه ونسوق منها كلمة "الحميم":

1. القريب: قال الله عزوجل: ﴿ وَلَا صَدِيقٍ حَمِيمٍ ﴾ (الشعراء: 101)
2. وشراب أهل النار: نحو قوله تعالى: ﴿ وَالَّذِينَ كَفَرُوا لَهُمْ شَرَابٌ مِنْ حَمِيمٍ﴾ (يونس: 4)
3. وشدة الحر: نحو قوله تعالى:﴿يَطُوفُونَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ حَمِيمٍ آنٍ﴾ (الرحمن: 44) أي قد انتهي حره(29).

وهناك كلمة أخرى لها معان عديدة في القرآن الكريم وهي "السواء":

1. الشئ المستقيم وهو العدل قال الله تبارك وتعالى: ﴿ قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَى كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَلَّا نَعْبُدَ إِلَّا اللَّهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهِ شَيْئًا ﴾(آل عمران:64) أي عدل.
2. والسواء: الوسط من كل شئ: نحوقوله تعالى: ﴿فَاطَّلَعَ فَرَآهُ فِي سَوَاءِ الْجَحِيمِ﴾ (الصافات: 55)
3. القصد: نحو قوله تعالى:﴿عَسَى رَبِّي أَنْ يَهْدِيَنِي سَوَاءَ السَّبِيلِ﴾(القصص:22) أي قصد الطريق(30).

قد كتب أبو محمد عبدالله بن محمد التوزي (المتوفي 233هـــ) في مجال الاشتراك اللفظي وصنف التوزي كتبا منها: الخيل، الأمثال، الأضداد وغيرها. ولكن للأسف الشديد لم نعثر على كتابه "الأضداد" وقد ذكره ونقل عنه المبرد (المتوفي 285هـــ) في كتابيه "الكامل" و"ما اتفق لفظه واختلف معناه" وأيضا ذكره أبو الطيب اللغوي في أضداده(31).

ونقل عنه أبو الطيب للغوي عدة كلمات مشتركة ومنها "الزاهق" ومعناها:

1. الميت: نحو قوله تعالى: ﴿ فَلَا تُعْجِبْكَ أَمْوَالُهُمْ وَلَا أَوْلَادُهُمْ إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُعَذِّبَهُمْ بِهَا فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَتَزْهَقَ أَنْفُسُهُمْ وَهُمْ كَافِرُونَ ﴾ (التوبة:55)
2. والزاهق: السمين
3. والزاهق: الدارس والذهب: وفي التتريل: نحو قوله تعالى: ﴿ جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا ﴾ (الإسراء: 81) أي درس وذهب.
4. والزاهق: المتقدم بين أيدي القوم. يقال: زهق بين أيديهم، أي تقدم ومضى.
5. وقالوا: الزاهق الخارج. ومنه زهقت نفسه، أي خرجت.
6. ويقال رمح زاهق، أي دقيق.
7. والزاهق أيضا: المضيق المقتر. ومنه يقال: رجل مزهوق، أي مضيق عليه. وقد زهقه غيره، إذا ضيق عيه فهو زاهق.
8. والزهق: ما انخفض من الأرض

9. قال روبة: كأن أيدهن تهوي في الزهق(32).

يشير الإمام أبو عبدالرحمن عبدالله بن يحيى بن المبارك المعروف بن بابن اليزيدي (المتوفي 237هـــ) إلى الاشتراك اللفظي في اللغة العربية والقرآن الكريم فمثلا هو يعالج كلمة "الكوثر" في كتابه غريب القرآن وتفسيره ويقول أن "الكوثر" له معنيان:

1. نهر في الجنة
2. رجل كوثر: كثر العطايا، قال الشاعر:

وأنت كثير يا بن مروان طهب   وكان أبوك ابن العقائل كوثرا(33)

ومن الكلمات التي تناولها ابن الزبيدي في باب الاشتراك اللفظي كلمة: "الولاية" ولها عنده معان مختلفة وهي كما يأتي:

1. التولي
2. والنصر. ويقال: هم ولاية عليك أي متناصرون
3. ولاية السلطان وقد يجوز الفتح في هذا والكسر في ذاك كما قالوا: الوكالة والوصاية بمعني واحد(34).

ومنها كلمة "زلف" ولها عدة معان عنده:

1. نحو قوله تعالى: ﴿ وَأَزْلَفْنَا ثَمَّ الْآخَرِينَ ﴾ (الشعراء: 64) قدمنا، والمزدلفة من ذلك، لأنهم يقدمون من مترل إلى مترل.
2. وقال بعضهم أزلفنا: أهلكنا

نحو قوله تعالى: ﴿ وَأُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِينَ ﴾ (الشعراء: 90) أدينت.

3. والزلفي: القربة والمترلة
4. والزلفة: أيضا الطائفة من ألو الليل.

والجمع زلف، زلفات(35)

وقد ألف أبو العميثل (المتوفي 240هـــ) الكتاب "ما اتفق لفظه واختلف معناه" إلا أنه اشتهر وعرف "بالمأثور". وهو كما يبني عنوان الكتاب معجم للألفاظ المشتركة، ينص المؤلف بعد ذكر كل مادة على عدد أو جهها، ويقصد بأوجها معانيها فيقول مثلا:

كذا على أربعة أوجه، ثم يشرع في ذكر الأوجه الأربعة أو على ستة أوجه أو ثلاثة، وهو في كل مرة يبين أوجه اللفظة الدلالية. مثال ذلك:

1. قوله: القلت على ستة أوجه: القلت الحضرة أو النقرة تكون في الجبل يجتمع فيها ماء السماء. قال الأصمعي هو ماء يغرق فيه الفيل، حكى ذلك أبو نصر.
2. والقلت ما اطمأن من الخاصرة
3. والقلت ما بين الترقوتين
4. والقلت عين الركبة
5. والقلت ما بين الابهام والسبابة
6. والقلت النقرة في اصل عين الفرس والبعير ما بين العينين والأذن، ويقال له أيضا النغنغة والنغانغن وجمعها قلات. قال الراجز في دلوه:

أي دلاة نهل دلاتي   كأنها قلت من القلات(36)

وهناك مثال آخر من بين الأمثلة التي أوردها أبو العمثيل قوله:

"الرهو" على أربعة أوجه:

1. الرهو مشى في سكون 2. والرهو الفجوة بين مكانين

3. والرهو النظر الساكن 4. والرهو طائر(37).

وهكذا يكون "المأثور" صورة صادقة ومثلا واضحا للبحث القديم في مسألة الدلالة من ناحية انصراف اللفظ إلى عدة معان، أو ما سموه "ما اتفقت ألفاظه واختلفت معانيه" وقد سميت هذه الظاهرة بالمتشرك اللفظي.

وقد أورد ابن السكيت (المتوفى 244هـــ) الكلمات المشتركة في كتابه: "إصلاح المنطق" وهو من الأئمة الذين يثبتون الإشتراك اللفظي في اللغة العربية والقرآن الكريم. وهو يقول أن الكلمة "حجر" لها معان مختلفة:

1. حجر: قصبة اليمامة
2. والحجر: العقل: نحو قوله تعالى:﴿ هَلْ فِي ذَلِكَ قَسَمٌ لِذِي حِجْرٍ ﴾ (الفجر: 5)

3. والحجر: الحرام. نحو قوله تعالى: ﴿ يَوْمَ يَرَوْنَ الْمَلَائِكَةَ لَا بُشْرَى يَوْمَئِذٍ لِلْمُجْرِمِينَ وَيَقُولُونَ حِجْرًا مَحْجُورًا ﴾ (الفرقان: 22) أي حراماً محرماً.
4. والحجر: الفرس الأنثى
5. والحجر: حجر الكعبة
6. والحجر:ديار ثمودنحوقوله تعالى﴿مَا نُنَزِّلُ الْمَلَائِكَةَ إِلَّا بِالْحَقِّ وَمَا كَانُوا إِذًا مُنْظَرِينَ﴾(الحجر: 80)(38).

ومن ذلك كلمة "الأرض" أيضاً وقد ذكر لها خمسة معان وهي:

1. الأرض التي عليها الناس.
2. والأرض: سفلة البعير والدابة، يقال بعبر شديد الأرض إذا كان شديد القوائم. قال حميد وذكر فرسا:

و لم يقلب أرضها البيطار ولا لحبليه بها حبار

وقال سويد بن أبي كاهل:

فركبناها على مجهولها بصلا الأرض فيهن شجع

3. والأرض: الرعدة، قال ابن عباس: "أزلزلت الأرض، أم بي أرض؟" أي رعدة، والأرض: الزكام. قال ذو الرمة:

إذا توجس ركزا من سنابكها أو كان صاحب أرض أو به الموم

يقال رجل مأروض مزكوم.

4. والأرض: مصدرأرضت الخشبة تؤرض، فهى مأروضة أرضا. إذا وقعت فيها الأرضة.
5. والأرض: مصدر أرضت القرحة تأرض(39).

نجد أبا حاتم سهل بن محمد بن عثمان بن يزيد السجستاني الجشمي من العلماء الذين يثبتون الاشتراك اللفظي في اللغة العربية والقرآن الكريم.

وقد قال السجستاني في كتابه: "كتاب المقلوب لفظه في كلام العرب والمزال عن جهته والأضداد" أن كلمة "منجاب" لها معنيين وهما:

1. يقال زعموا رجل منجاب إذا كان قويا 2. وإذا كان ضعيفا(40).

وأيضا يعتقد الإمام السجستاني أن الكلمة "حميم" لها معنيين وهما:

1. الماء الحار 2. والماء البارد(41).

وقد تناول أبو محمد مسلم بن قتيبة الدينوري (المتوفي 276هـــ) هذه الظاهرة في كتابه الشهير: "أدب الكاتب" في باب " أسماع يتفق لفظه وتختلف معانيها "ويعتقد أن كلمتي الهوى والهواء كلمة واحدة ولو تكتب مقصورا بالياء أو بالألف الممودة ويقول:

"هوى النفس مقصور بالياء، والهواء الجو ممدود"

ويضرب أمثلة كثيرة من هذا النوع من الكلمات المشتركة مثل الصفا والصفاء والسنا والسناء ككلمة واحدة(42).

وقد ألف ابن قتيبة عدة كتب وأورد الكلمات المشتركة في كتبه. ونرى معالجة الكلمات المشتركة في كتبه: "معاني القرآن وتأويل مشكل القرآن وأسماء الأضداد وإعراب القرآن" وغير ذلك.

قال المبرد (المتوفي 285هـــ) في بداية كتابه "ما اتفق لفظه واختلف معناه من القرآن المجيد": "هذه حروف ألفناها من كتاب الله عزوجل متفقة الألفاظ مختلفة المعاني متقاربة في القول مختلفة الخبر على ما يوجد في كلام العرب"(43) ثم أشار المبرد إلى كلمة "الظن" التي من المشترك اللفظي:

نحو قوله تعالى: ﴿ إِلَّا أَمَانِيَّ وَإِنْ هُمْ إِلَّا يَظُنُّونَ ﴾ (البقرة: 78) لمن شك ثم قال تعالى: ﴿الَّذِينَ يَظُنُّونَ أَنَّهُمْ مُلَاقُو رَبِّهِمْ ﴾ (البقرة: 46) فهذا يقين لأنهم لو لم يكونوا مستيقنين لكانوا ضلالا شكاكا في توحيد الله تعالى. ومثله في اليقين قول المؤمن: ﴿ إِنِّي ظَنَنْتُ أَنِّي مُلَاقٍ حِسَابِيَهْ ﴾ (الحاقة: 20) أي أيقنت. ومثله في قوله تعالى: ﴿ فَظَنُّوا أَنَّهُمْ مُوَاقِعُوهَا ﴾ (الكهف:53) أي أيقفوا ومما جاء في كلام العرب في الظن الذي هو يقين قول دريد بن الصمة:

فقلت لهم ظنوا بألفى مقاتل سراقم في الفارسي المسرد

أي أيقنوا ولذلك قال بألفى مقاتل لأنه خوفهم لحاق جيش غطفان إياهم. وقوله تعالى: ﴿ إِنْ نَظُنُّ إِلَّا ظَنًّا ﴾ (الجاثية:32) فهو من الشك. وللنحويين فيه قولان أحدهما أن تكون "إلا" في غير موضعها فيكون التقدير إن نحن إلا نظن ظنا لأن المصدر اذا وقع بعد فعله مستثنى لم تكن فيه فائدة إلا أن يكون موصوفا أو زائدا على ما للفعل. وقال قائل ما ضربت الا ضربا لم يفد بقوله ضربا معني لم يكن في ضربت فمن قال الا في غير موضعها فهو مثل ليس الطيب إلا لامسك مرفوعا ولا وجه لهذا الا على تقديم الا ليكون المعنى ليس الا الطيب المسك ليتحقق أن أصح الاشياء أن الطيب المسك. قال الأعشى:

أحل به الشيب أثقاله وما اغتره الشيب الا غرارا

وقوم يقولون، معناه: إن نظن إلا منكم أيها الداعون لنا تظنون أن الذي تدعو إليه ظن منكم، وما نحن بمستيقنين، وإنكم على يقين، وكلا القولين حسن، وأكثر التفسير على الأول(44).

المفسر الكبير أبو جعفر محمد بن جرير الطبري (المتوفي 310هـــ) من القرن الرابع الهجري يثبت الاشتراك اللفظي في تفسيره "جامع البيان عن تأويل القرآن". وقد عالج الطبري كلمة "الدين" التي وردت في مواضع متعددة من القرآن الكريم وجاء بمعان مختلفة وهي:

1. يوم الحساب (45): في قوله تعالى: ﴿ مَالِكِ يَوْمِ الدِّينِ ﴾ (الفاتحة: 3)
2. الاسلام (46): وقوله تعالى: ﴿ فَإِنْ تَابُوا وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ فَإِخْوَانُكُمْ فِي الدِّينِ ﴾ (التوبة:11)
3. الملة(47) وقوله تعالى: ﴿ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ ﴾ (التوبة:33). جمعها الملل.
4. الأمر القيم(48) وقوله تعالى: ﴿ذَلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ فَلَا تَظْلِمُوا فِيهِنَّ أَنْفُسَكُمْ﴾ (التوبة:36)
5. الطاعة (49) وقوله تعالى: ﴿ فَادْعُوا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ﴾ (غافر:14)

6. سلطان الملك(50) وقوله تعالى:﴿مَا كَانَ لِيَأْخُذَ أَخَاهُ فِي دِينِ الْمَلِكِ إِلَّا أَنْ يَشَاءَ اللَّهُ﴾(يوسف:76)

إن ابن دريد الأزدي الشهير يثبت الاشتراك اللفظي في اللغة وقد أورد عدة كلمات مشتركة في كتاب الاشتقاق وعلى سبيل المثال نشير إلى كلمة مشتركة وهي: "الجون" ومن معانيها:

1. الأسود، 2.وربما سمي الأبيض جونا، 3.ويسمى الحمار الوحشي جونا،4. والجون: أبو بطن من العرب منهم: أبو عمران الجوني. وقد سمت العرب جوينا(51).

وكان الحافظ عبدالرحمن بن محمد بن إدريس الرازي ابن أبي حاتم (المتوفي 328هـ) معدوداً في المثتبين لظاهرة الاشتراك اللفظي في القرآن الكريم، وقد عالج الاشتراك اللفظي في كتابه:تفسير القرآن العظيم مسنداً عن رسول الله صلى الله عليه وسلم والصحابة والتابعين.

أبوبكر محمد بن القاسم بن محمد بن بشار الأنباري النحوي (المتوفي 328هـ) من علماء اللغة الذين يثبتون وجود الاشتراك اللفظي في اللغة.وقدعالج ابن الأنباري الكلمات المشتركة في كتابه: الإنصاف في مسائل الخلاف بين النحويين والبصريين، والكوفيين.

يؤمن أبو جعفر أحمد بن محمد بن إسماعيل النحاس (المتوفي 338هـ) بالاشتراك اللفظي، وقد أورد النحاس في كتابه: "معاني القرآن الكريم" الكلمات المشتركة، ومنها: كلمة "القنوت" ولها معان مختلفة:

1. الطاعة: وقوله تعالى:﴿حَافِظُواعَلَى الصَّلَوَاتِ وَالصَّلَاةِ الْوُسْطَى وَقُومُوا لِلَّهِ قَانِتِينَ﴾ (البقرة:238)
2. والسكوت (52)
3. القانت: المصلي وقوله تعالى: ﴿الصَّابِرِينَ وَالصَّادِقِينَ وَالْقَانِتِينَ وَالْمُنْفِقِينَ وَالْمُسْتَغْفِرِينَ بِالْأَسْحَارِ﴾ (آل عمران:17) (53)
4. وقوله تعالى:﴿يَا مَرْيَمُ اقْنُتِي لِرَبِّكِ﴾(آل عمران:43). القنوت هاهنا القيام(54).

إن أبا الطيب اللغوي (المتوفي 351هـــ) من كبار العلماء اللغة العربية وله مكانة عالية في مجال الاشتراك اللفظي وله كتاب مستقل في هذا الموضوع قد سماه :كتاب الأضداد في كلام العرب.

ونأخذ من كتابه على سبيل المثال كلمة "السدف" التي فسرها على ما رواه عن أئمة اللغة كأبي عبيدة وقطرب وأبي زيد والأصمعي فقال إن الكلمة من الأضداد ومعناها الظلمة والضياء وأيضا بقية من الليل وشبيهة بالسترة تكون على الباب تقيه المطر(55).

الإمام الكبير اللغوي النحوي الشهير أبو على إسماعيل بن القاسم القالي البغدادي (المتوفي 356هـــ) يثبت الاشتراك اللفظي. وقد أورد الإمام القالي كلمة "الروبة" في كتابه "الأمالي في لغة العرب "فيقول: حدثنا أبو بكر بن دريد قال أخبرنا أبو حاتم عن أبي عبيدة عن يونس قال كنت عند أبي عمرو بن العلاء فجاءه شبيل بن عروة الضبعي فقام إليه أبو عمرو فألقى إليه لبدة بغلته فجلس عليها ثم أقبل عليه يحدثه فقال شبيل يا أبا عمرو سألت رؤبتكم هذا عن اشتقاق اسمه فما عرفه قال يونس فلما ذكر رؤبة لم أملك نفسي فزحفت إليه فقلت لعلك تظن أن معد بن عدنان أفصح من رؤبة وأبيه فأنا غلام رؤبة فماالروبة والروبة والروبة والرؤبة فلم يحر جوابا وقام مغضبا فأقبل علي أبو عمرو بن العلاء وقال رجل شريف يقصد مجالسنا ويقضى حقوقنا وقد أسأت فيما واجهته به فقلت لم أملك نفسي عند ذكر رؤبة ثم فسر لنا يونس فقال الروبة:

1. خميرة اللبن
2. والروبة قطعة من الليل
3. وفلان لا يقوم بروبة أهله أي بما أسندوا إليه من أموالهم ومن حوائجهم
4. الروبة جمام ماء الفحل
5. الروبة مهموزة القطعة تدخلها في الإناء تشعب بها الإناء (55).

وكان أبو الليث نصربن محمدبن أحمد بن إبراهيم السمر قندي (المتوفي 375هـــ) من المثبتين لظاهرة الاشتراك اللفظي في اللغة العربية والقرآن الكريم كما عالج كثير من الألفاظ المشتركة، ولكن نختار منها كلمة "الحبل" ومن معانيها:

1. العهد(56)وقوله تعالى:﴿إِلَّا بِحَبْلٍ مِنَ اللَّهِ وَحَبْلٍ مِنَ النَّاسِ ﴾ (آل عمران:112)
2. والمسد(57): وقوله تعالى: ﴿ فِي جِيدِهَا حَبْلٌ مِنْ مَسَدٍ ﴾ (اللهب: 5)
3. والوريد(58): وقوله تعالى: ﴿ وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيدِ ﴾ (ق: 16)
4. والدين:قوله تعالى:﴿وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا﴾ (آل عمران:103)

وأماالعالم اللغوي الذى لا يسعنا أن نهمل ذكره ونحن نتحدث عن الاشتراك اللفظي فهو أبو الفتح عثمان بن جني منارة النحويين واللغويين و صاحب ذكر كثير في الأوساط العلمية والأدبية، وقد أورد في كتابه "المحتسب" كما ألم إلماماً بالموضوع في كتابه "الخصائص" فأما ما نورده فهو من كتابه المحتسب هى كلمة العين و هى كلمة مشتركة لها معنيان:

1- و قوله تعالى ﴿ وَأَعْيُنُهُمْ تَفِيضُ مِنَ الدَّمْعِ ﴾ (التوبة:92) أي العين التي يبصر بها.

2- و قوله تعالى﴿ فِيهَا عَيْنٌ جَارِيَةٌ ﴾ (الغاشية:12) يعني في الجنة عين جارية ماؤها أشد بياضاً من اللبن وأحلى من العسل(59).

يعتقد أبو الحسن على بن محمد بن حبيب الماردوي(المتوفى450هــ) أن الاشتراك اللفظي واقع في اللغة العربية ويرى أن كلمة :"الرقيب" لها معنيين وهما:

1. الحافظ، 2.والعالم (60) في قول الله تعالى:﴿ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيبًا﴾ (النساء:1)

ويورد أبوالحسن علي بن اسماعيل النحوي اللغوي الأندلسي المعروف بابن سيدة (المتوفي 458هــ) الكلمة المشتركة "الصوم" في كتابه المخصص ويبين معانيها المتنوعة:

1. الأمساك عن المأكل والمشرب، قال النابغة:

خيل صيام وخيل غير صائمة تحت العجاج وخيل تعلك اللجما

2. الصمت: قوله تعالى: ﴿ إِنِّي نَذَرْتُ لِلرَّحْمَنِ صَوْمًا ﴾ (مريم:26)
3. قيام بلا عمل: صامت الريح إذا ركدت وصامت الشمس حين تستوي في مصنتصف النهار.
4. اسم الطعام: "الأكل بالسحر للصيام"(61).

وقد نوه أبو جعفر الطوسي (المتوفي 460هــ) بظاهرة الاشتراك اللفظي في اللغة والقرآن الكريم في تفسيره "التبيان في تفسيره القرآن" ونراه على ذروة من المثبتين ومن اختصاصاته نختار منها "الرب":

1. وقوله تعالى: ﴿ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴾ (الفاتحة:1) والمعني السيد : المطاع.

وقال لبيد بن ربيعة:

فأهلكن يوما رب كندة وابنه ورب معد بين خبت وعر عر

يعني سيد كندة:

ومنه قوله تعالى: ﴿ أَمَّا أَحَدُكُمَا فَيَسْقِي رَبَّهُ خَمْرًا ﴾ (يوسف: 41)

2. المصلح: قال الفرزدق بن غالب:

كانوا كسالئة حمقاء إذ حقنت سلائها في أديم غير مربوب

ومنه قيل فلان رب ضيعة إذا كان يحاول إتمامها.

3. الرب مشتق من الرتبية:

يقال ربيته تربية.

4. المالك: قوله تعالى: ﴿ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴾ (الفاتحة:1) أي المالك

ولا يطلق هذا الاسم إلا على الله وأما غيره فيقال رب الدار، رب الضيعة(62).

أبو الحسن على بن أحمد الواحدى النيسابوري (المتوفى468هــ) من الذين أثبتوا الاشتراك اللفظي وميزته الخاصة ويذكر اللغويين القدامي عندما يذكر الاشتراك. ونراه متأثرا بهم ومن الكلمات التي عدها من المشترك كلمة: "السكن" وذكر لها معنيين:

1. المأوى والمترل: وقوله تعالى: ﴿وَقُلْنَا يَا آدَمُ اسْكُنْ أَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ﴾ (البقرة:35) أي اتخذاها مأوى ومترلا

2. إزالة الحركة: يقال: أسكنه أي أزال حركته(63).

قال الشيخ الإمام أبو عبدالله الحسين بن محمد الدامغاني(من القرن الخامس أو السادس):

"إني تأملت كتاب وجوه القرآن لمقاتل بن سليمان وغيره فوجدهم أغفلوا أحرفا من القرآن لها وجوه كثيرة فعمدت إلى عمل كتاب مشتمل على ما صنفوه وما تركوه

منه، وجعلته مبوبا على حروف المعجم، ليسهل على الناظر فيه مطالعته وعلى المتعلم حفظه"(64).

فألف الدامغاني كتابا وسماه "قاموس القرآن أو إصلاح الوجوه والنظائر في القرآن الكريم" وأورد الكلمات المشتركة القرآنية ومنها: "خلف" وذكر وجوها لها مختلفة:

1. الخليفة النبي(65) قوله تعالى:﴿يَا دَاوُودُ إِنَّا جَعَلْنَاكَ خَلِيفَةً فِي الْأَرْضِ فَاحْكُمْ بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ ﴾ (ص:26)
2. الخليفة البدل ممن مضى: قوله تعالى: ﴿ إِنِّي جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيفَةً ﴾ (البقرة:30) يعني بدلا ممن مضى من الجن
3. الخليفة الساكن: قوله تعالى: ﴿ عَسَى رَبُّكُمْ أَنْ يُهْلِكَ عَدُوَّكُمْ وَيَسْتَخْلِفَكُمْ فِي الْأَرْضِ فَيَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُونَ ﴾ (الأعراف:129) أي ويسكنكم في الأرض. كقوله تعالى: ﴿ وَهُوَ الَّذِي جَعَلَكُمْ خَلَائِفَ الْأَرْضِ ﴾ (الأنعام:165) يعني سكانها(66).

وهو أبو الفرج الراغب الأصفهاني (المتوفى في حدود 425هـ)وكان له شغف كبير بالقرآن الكريم وقد أتى بكلمة اللباس كمشترك لفظي فذكر لها المعاني المختلفة وهي:

1. اللباس هو الستر يقال لبس فلان ثوبا أي استتر به وألبس الثوب غيره أي ستره. ومنه قوله تعالى: ﴿ وَيَلْبَسُونَ ثِيَابًا خُضْرًا ﴾ (الكهف:31)
2. اللباس واللبوس ما يلبس. قوله تعالى:﴿ قَدْ أَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا يُوَارِي سَوْآتِكُمْ﴾ (الأعراف:26) وجعل اللباس لكل ما يغطي من الإنسان عن قبيح فجعل الزواج لزوجه لباسا من حيث إنه يمنعها ويصدها عن تعاطي قبيح. قوله تعالى: ﴿هُنَّ لِبَاسٌ لَكُمْ وَأَنْتُمْ لِبَاسٌ لَهُنَّ﴾(البقرة:182) فسماهن لباساًكماسماها الشاعر إزارا:

   فدى لك من أخي ثقة إزاري

3. الاختلاط: يقال في الأمر لبسة أي التباس، ولا بست فلانا أي خالطته. وقال تعالى: ﴿ وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ ﴾ (البقرة: 42) (67) هو أبومحمد الحسين بن مسعود الفراء البغوي الشافعي (المتوفي 516هـ) من المولعين بالاشتراك

اللفظي وعلى سبيل المثال ونأخذ كلمة "العفو" من تفسيره: "معالم التنزيل" مع معانيها المختلفة:

1. المحو(68): قوله تعالى: ﴿ثُمَّ عَفَوْنَا عَنْكُمْ مِنْ بَعْدِ ذَلِكَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ﴾ (البقرة: 52)
2. الترك: قوله تعالى: ﴿فَاعْفُوا وَاصْفَحُوا حَتَّى يَأْتِيَ اللَّهُ بِأَمْرِهِ﴾ (البقرة:109) أي اتركوا(69)
3. هوما فضل عن الحاجة: قوله تعالى: ﴿وَيَسْأَلُونَكَ مَاذَا يُنْفِقُونَ قُلِ الْعَفْوَ ﴾ (البقرة:219) قال مجاهد معناه التصدق عن ظهر غنى حتى لا يبقى كلا على الناس
4. اليسر أو الميسور: حكى عن طاؤس قوله: العفو، اليسر من كل شئ ومنه قوله تعالى: ﴿خُذِ الْعَفْوَ﴾ (الأعراف: 199) أي الميسور من أخلاق الناس(70)
5. الإعراض: وقوله تعالى: ﴿ يُبَيِّنُ لَكُمْ كَثِيرًا مِمَّا كُنْتُمْ تُخْفُونَ مِنَ الْكِتَابِ وَيَعْفُو عَنْ كَثِيرٍ ﴾ (المائدة: 15) أي يعرض عن كثير(71).

أبو السعادات هبة الله بن على بن محمد بن على الحسيني المعروف بابن الشجري (المتوفي 542هــ) صاحب كتاب مستقل عن الاشتراك اللفظي: ما اتفق لفقظه واختلف معناه، وعالج ابن الشجري في كتابه هذه الكلمات المشتركة معالجة حسنة وعلى سبيل المثال نأخذ كلمة "المولى" من كتابه ولها معان عديدة:

1. السيد هو المتولى أمر رعيته
2. المعتق، و لم يسرد لها مثالا
3. الحليف، و لم يسرد عليه مثلا
4. الولي في الدين، قوله تعالى:﴿أَنْتَ مَوْلَانَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ﴾ (البقرة:286)
5. الأول بالشئ، كما جاء في التنزيل: ﴿مَأْوَاكُمُ النَّارُ هِيَ مَوْلَاكُمْ ﴾ (الحديد:15) أي هي اولى بكم
6. المعتق: وقال النبي صلى الله عليه وسلم فيه: "مولى القوم منهم"
7. ابن العم: كقول الشاعر

إذا كان مولك خصمك لم تزل   تذل ويعلوك الذين تصارع

8. الجار: مهلا عمنا مهلا موالينا
9. الناصر،فعلى المولى الذي هو الناصر يحمل قوله تعالى:﴿بَلِ اللَّهُ مَوْلَاكُمْ﴾(آل عمران:150)(72)

هوأبو على الفضل بن الحسن الطبرسي (المتوفي 546هــ)صاحب "مجمع البيان في تفسير القرآن" يشير إلى المشترك اللفظي في القرآن الكريم وقد أتى بكلمة مشتركة وهي: "الآية" لها معان متنوعة وهي: العلامة، والآية من القرآن، والقصة، والرسالة، والجماعة:

1. العلامة: قوله تعالى: ﴿ تَكُونُ لَنَا عِيدًا لِأَوَّلِنَا وَآَخِرِنَا وَآَيَةً مِنْكَ ﴾ (المائدة:114) أي علامة لإجابتك دعاءنا،كل آية من كتاب الله علامة ودلالة على المضمون فيها
2. آية من القرآن، قال أبو عبيدة معني الآية إنها علامة لإنقطاع الكلام الذي قبلها وإنقطاعه من الذي بعدها
3. وقيل أن الآية القصة
4. والرسالة، قال كعب بن زهير:

   ألا أبلغا هذا المعرض آية   أيقظان قال القول إذ قال أم حلم
5. جماعة: قال ابن السكيت خرج القوم بآيتهم أي بجماعتهم لم يدعوا وراءهم شيئا، وعلى هذا يكون معني الآية من كتاب الله جماعة حروف دالة على معنى مخصوص(73).

هوأبو الفرج جمال الدين عبدالرحمن بن علي بن محمد الجوزي القرشي البغدادي (المتوفي 597هــ) صاحب زاد الميسر في علم التفسير ابن الجوزي يثبت الاشتراك اللفظي في القرآن الكريم، ويعالج كلمة "العبد" في تفسيره ويقول المراد بها ثلاثة أقوال وهي التوحيد والطاعة والدعاء:

1. أنها بمعني التوحيد، روي عن علي، وابن عباس
2. أنها بمعني الطاعة، كقوله تعالى: ﴿ لَا تَعْبُدُوا الشَّيْطَانَ ﴾(يس: 60)

3. أنها بمعني الدعاء كقوله تعالى: ﴿إِنَّ الَّذِينَ يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِي﴾ (غافر:60)(74).

هو العلامة فخر الدين الرازي أبو عبدالله محمد بن عمر بن حسين القرشي الطبرسانی (المتوفي 606هـ) يعتقد في الاشتراك اللفظي وهو يشير إلى المشترك اللفظي في تفسيره: "التفسير الكبير" ويعالج كلمة "الجبار" لهامعاني متنوعة وهي المسلط والعظيم الجسم والمتمرد عن عبادة الله والقتال:

1. المسلط: قوله تعالى: ﴿ وَمَا أَنْتَ عَلَيْهِمْ بِجَبَّارٍ ﴾ (ق: 45)
2. العظيم الجسم: وقوله تعالى: ﴿ إِنَّ فِيهَا قَوْمًا جَبَّارِينَ ﴾ (المائدة: 22)
3. المتمرد عن عبادة الله: قوله تعالى: ﴿ وَلَمْ يَجْعَلْنِي جَبَّارًا شَقِيًّا ﴾ (مريم:32)
4. القتال: كقوله تعالى: ﴿ وَإِذَا بَطَشْتُمْ بَطَشْتُمْ جَبَّارِينَ ﴾ (الشعراء:130)

ونجد على رأس قائمة المثبتين للاشتراك وهو عالم كبير ومفسر شهير أبو عبد الله محمد بن أحمد الأنصاري القرطبي (المتوفي 271هـ). قد اخترنا من تفسيره كلمة "الشهادة" ونحاول أن نبينها حسبنا ظنه صاحبنا من الاشتراك اللفظي.

1.الإحضار: كقوله تعالى: ﴿وَاسْتَشْهِدُوا شَهِيدَيْنِ مِنْ رِجَالِكُمْ ﴾ (البقرة: 282) أي أحضروا.

2. قضى وأعلم: قال أبو عبيدة ومنه قوله تعالى: ﴿ شَهِدَ اللَّهُ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ ﴾ (آل عمران: 18)

3..بمعني أقر: قوله تعالى: ﴿ وَالْمَلَائِكَةُ يَشْهَدُونَ ﴾ (النساء: 166)

4. .بمعني حكم: قوله تعالى: ﴿ وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِنْ أَهْلِهَا ﴾ (يوسف: 26)

5..بمعني حلف: قوله تعالى: ﴿ فَشَهَادَةُ أَحَدِهِمْ أَرْبَعُ شَهَادَاتٍ بِاللَّهِ ﴾ (النور: 6)

6..بمعني وصي:قوله تعالى:﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا شَهَادَةُ بَيْنِكُمْ إِذَا حَضَرَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ﴾(المائدة:106)

وقيل معناها الحضور للوصية يقال شهدت وصية أي حضرتها وذهب الطبري إلى أن الشهادة بمعني اليمين فيكون المعني "يمين ما بينكم" أي يحلف اثنان(75).

الإمام ناصر الدين أبي سعيد عبدالله بن عمر بن محمد الشيرازي البيضاوي (المتوفى: 685هــ) يثبت الاشتراك اللفظي ويعالج كلمة "الدين" ويورد لها معان مختلفة وهي:

1. الدين: يوم الجزاء. ومنه كما تدين تدان

و لم يبق سوى العدوا   ن دناهم كما دانوا

2. والشريعة
3. والطاعة
4. ويوم جزاء الدين(76).

الإمام الجليل العلامة أبوالبركات عبدالله بن أحمدبن محمود النسفي (المتوفى701هــ) من الأئمة الذين يثبتون الاشتراك اللفظي وهو يعالج عدة كلمات مشتركة كالآية والدين والجبار والرقيب والحمد والحبل وغير ذلك، في تفسيره مدارك التتريل وحقائق التأويل.

الإمام الجليل واللغوي الشهير ابن منظور الإفريقي (المتوفى 711هــ) من أئمة العلماء الذين يثبتون وجود الاشتراك اللفظي في اللغة العربية والقرآن الكريم ومعجمه "لسان العرب" مملوء بالكلمات المشتركة وهنا لا نستطيع أن نحيط بجميع الكلمات المشتركة الواردة في معجمه وعلى سبيل المثال نأتي بكلمة واحدة وهي "الأمة":

1. الشرعة والدين: وفي التتريل العزيز:﴿إِنَّا وَجَدْنَا آَبَاءَنَا عَلَى أُمَّةٍ﴾ (الزخرف:23)
2. الطريقة والدين: يقال فلان لا أمة له أي لا دين له ولا نحلة،

   قال الشاعر: وهل يستوي ذو إمة وكفور
3. الأمة: القرن من الناس، يقال قد مضت أمم أي قرون
4. الجيل والجنس: وفي التتريل العزيز: ﴿ وَمَا مِنْ دَابَّةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا طَائِرٍ يَطِيرُ بِجَنَاحَيْهِ إِلَّا أُمَمٌ أَمْثَالُكُمْ ﴾ (الأنعام:38) وكل جنس من الحيوان أمة. وفي الحديث لولا أن الكلاب أمة من الأمم لأمرت بقتلها، ولكن اقتلوا منها كل أسود بهم.

5. الأمة: الرجل الذي لا نظير له، ومنه قول عزوجل: ﴿ إِنَّ إِبْرَاهِيمَ كَانَ أُمَّةً قَانِتًا لِلَّهِ حَنِيفًا وَلَمْ يَكُ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ﴾ (النحل: 120)
6. الرجل المتفرد بدين كقوله تعالى: ﴿ إِنَّ إِبْرَاهِيمَ كَانَ أُمَّةً قَانِتًا لِلَّهِ ﴾ (النحل:120) أي: الرجل الجامع للخير، قال الفراء: معلماً للخير
7. الحين: قال الفراء في قوله تعالى: ﴿ وَادَّكَرَ بَعْدَ أُمَّةٍ ﴾ (يوسف: 45) قال بعد حين من الدهروكقوله تعالى: ﴿ وَلَئِنْ أَخَّرْنَا عَنْهُمُ الْعَذَابَ إِلَى أُمَّةٍ مَعْدُودَةٍ ﴾ (هود:8)
8. الملك: وقال ابن القطاع: الأمة الملك
9. الوجه، أمة الرجل: وجهه وقامته
10. الطاعة
11. العالم
12. الجماعة: قال الأخفش: هو في اللفظ واحد وفي المعني جمع. وقوله في الحديث: إن يهود بني عوف أمة من المؤمنين، يريد أنهم بالصلح الذي وقع بينهم وبين المؤمنين كجماعة منهم وأيديهم واحدة(77).

علاء الدين على بن محمدبن إبراهيم البغدادي الشهيربالخازن (المتوفي 725هـــ) مفسر جليل الذي يثبت الاشتراك اللفظي ويتحدث عن الكلمات المشتركة في تفسيره: "باب التأويل في معاني التنزيل" ويكتب لكلمة "الكوثر" معان مختلفة منها:

1. نهر في الجنة أعطاه الله محمداً صلى الله عليه وسلم ، 2.القرآن العظيم، 3.النبوة، 4.والكتاب 5. والحكمة، 6. وقيل هو كثرة أتباعه وأمته،7.الخير الكثير(78).

الإمام شهاب الدين العباس بن يوسف بن محمد بن إبراهيم المعروف بالسمين الحلبي (المتوفي 756هـــ) ومن الذين تناولوا هذا الموضوع أي الاشتراك اللفظي الإمام السمين الحلبي وقد أورد العديدة من الكلمات المشتركة في كتابه: "الدر المصورن في علوم الكتاب المكنون" يختار منها كلمة "الدين" وهي:

1. الجزاء، قوله تعالى: ﴿ مَالِكِ يَوْمِ الدِّينِ ﴾ (الفاتحة:3)

ومنه قول الشاعر:

و لم يبق سوى العدوان دناهم كما دانوا

أي جازينا هم كما جاوزنا وقال آخر:

واعلم يقينا أن ملك زائل واعلم بأن كما تدين تدان

ومثله:

إذا ما رمونا رميناهم ودناهم مثل ما يقرضونا

ومثله:

حصادك يوما ما زرعت وإنما يدان الفتى يوما كما هو دائن

2. العادة: قوله:

كدينك من أم الحويرث قبلها وجارتها أم الرباب بماسل

أي كعادنك ومثله:

تقول إذا درات لها وضيني أهداف دينه أبداً وديني

3. والقضاء: قوله تعالى: ﴿ وَلَا تَأْخُذْكُمْ بِهِمَا رَأْفَةٌ فِي دِينِ اللَّهِ ﴾ (النور:2) أي في قضائه وحكمه.

4. والحال: سئل بعض الأعراب فقال: "لو كنت على دين غير هذه لأجبتك" أي على حالة.

5. والداء: ومنه قول الشاعر: يا دين قلبك من سلمتي وقد دينا ويقال: دنته بفعله أدينه ديناً وديناً

6. والطاعة: ومنه: قوله تعالى: ﴿ وَمَنْ أَحْسَنُ دِينًا ﴾ (النساء: 125)

7. الملة

8. الشرعية: قوله تعالى: ﴿ أَفَغَيْرَ دِينِ اللَّهِ يَبْغُونَ ﴾ (آل عمران:82) يعني الإسلام بدليل قوله تعالى: ﴿وَمَنْ يَبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْهُ ﴾ (آل عمران:85)

9. سيرة الملك: وقال زهير:

لئن حللت بجوفي بني أسد في دين عمرو وحالت بيننا فدك

يقال دين فلان يدان إذا حمل على مكروه، ومنه قيل للعبد:

مدين، وللأمة: مدينة وقيل هو من دنته إذا جازيته بطاعته وجعل بعضهم المدينة من هذا الباب قاله الراغب(79).

يثبت الإمام الحافظ عماد الدين أبو الفداء إسماعيل ابن كثير القرشي الدمشقي (المتوفي 774هـ) الاشتراك اللفظي في القرآن الكريم وقد عالج المفردات المشتركة في تفسيره منها: الدين والرب والحمد والحبل والجبار وغير ذلك.

ومن علماءنا الأفاضل الذين إهتموا بموضوع الاشتراك اللفظي الإمام بدر الدين محمد بن عبدالله الزركشي (المتوفي 794هـ) "البرهان في علوم القرآن" وقد عرف بالموضوع فقال: اللفظ المشترك هو الذي يستعمل في عدة معان كلفظ "الأمة" وقد روي أن بعض العلماء قد اعتبروا الاشتراك اللفظي نوعا من معجزات القرآن الكريم حيث تنصرف كلمة واحدة إلى عشرين وجها ولا يوجد ذلك في كلام البشر وقد يكون ما إدعاه الزركشي صحيحا.

ثم أراد الزركشي أن يبرهن على ما قاله فجاء بحديث مرفوع قد أورده مقاتل بن سليمان في صدر كتابه: "لا يكون الرجل فقيها حتى لا يرى في كلمة القرآة وجوها كثيرة"(80).

فمن الكلمات المشتركة التي تناولها الزركشي كلمة "الهدى" فسرد لها سبعة عشرة معنا وهي:

1. البيان: كقوله تعالى: ﴿ أُولَئِكَ عَلَى هُدًى مِنْ رَبِّهِمْ ﴾ (البقرة:5)
2. الدين: قوله تعالى: ﴿ إِنَّ الْهُدَى هُدَى اللَّهِ ﴾ (آل عمران:73)
3. الإيمان: قوله تعالى: ﴿ وَيَزِيدُ اللَّهُ الَّذِينَ اهْتَدَوْا هُدًى ﴾ (مريم:76)
4. الداعي: قوله تعالى: ﴿ وَلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ ﴾ (الرعد:7)
   وكقوله تعالى: ﴿ وَجَعَلْنَاهُمْ أَئِمَّةً يَهْدُونَ بِأَمْرِنَا ﴾ (الأنبياء:73)
5. الرسل والكتب: قوله تعالى: ﴿ فَإِمَّا يَأْتِيَنَّكُمْ مِنِّي هُدًى ﴾ (البقرة:38)
6. المعرفة: قوله تعالى: ﴿ وَبِالنَّجْمِ هُمْ يَهْتَدُونَ ﴾ (النحل:16)
7. الرشاد: قوله تعالى: ﴿ اهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ ﴾ (الفاتحة:6)

8. وبمعني محمد صلى الله عليه وسلم: قوله تعالى: ﴿ إِنَّ الَّذِينَ يَكْتُمُونَ مَا أَنْزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنَاتِ وَالْهُدَى﴾ (البقرة:159) وكقوله تعالى: ﴿ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْهُدَى﴾ (محمد:32)
9. القرآن: قوله تعالى: ﴿ وَلَقَدْ جَاءَهُمْ مِنْ رَبِّهِمُ الْهُدَى ﴾ (النجم:23)
10. التوراة: قوله تعالى: ﴿ وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى الْهُدَى ﴾ (غافر:53)
11. الاسترجاع: قوله تعالى: ﴿ وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُونَ ﴾ (البقرة:157)

ونظيرها في قوله تعالى: ﴿ وَمَنْ يُؤْمِنْ بِاللَّهِ ﴾ (التغابن:11) أي في المصيبة أنها من عند الله ﴿ يَهْدِ قَلْبَهُ ﴾ (التغابن:11) للاسترجاع

12. الحجة: قوله تعالى: ﴿ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ﴾ (البقرة:258) بعد قوله تعالى: ﴿ أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِي حَاجَّ إِبْرَاهِيمَ فِي رَبِّهِ ﴾ أي لا يهديهم إلى الحجة
13. التوحيد: قوله تعالى: ﴿ إِنْ نَتَّبِعِ الْهُدَى مَعَكَ ﴾ (القصص:57)
14. السنة: قوله تعالى: ﴿ وَإِنَّا عَلَى آثَارِهِمْ مُهْتَدُونَ ﴾ (الزخرف:22)
15. الإصلاح: قوله تعالى: ﴿ وَأَنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي كَيْدَ الْخَائِنِينَ ﴾ (يوسف:52)
16. الإلهام: قوله تعالى: ﴿ أَعْطَى كُلَّ شَيْءٍ خَلْقَهُ ثُمَّ هَدَى ﴾ (طه:50) هدى كلا في معيشته
17. التوبة: قوله تعالى: ﴿ إِنَّا هُدْنَا إِلَيْكَ ﴾ (الأعراف:156) أي تبنا. وهذا كثير الأنواع(81)

عبدالرحمن بن مجد بن مخلوف الثعالبي (المتوفي 875هـــ) من الذين أثبتوا وقوع الاشتراك اللفظي في اللغة فأورد في تفسيره كلمات مشتركة منها كلمة "الحبل" لمعان مختلفة وهي:

1. الجماعة 2. القرآن 3. الإسلام(82).

وقد عالج المفسر الكبير برهان الدين أبو الحسن إبراهيم بن عمر البقاعي (المتوفي 885هـــ) الاشتراك اللفظي في تفسيره "نظم الدرر في تناسب الآيات ولاسور" وكان

معدودا في كبار العلماء المعاصرين له الذين يثبتون الاشتراك اللفظي في اللغة والقرآن الكريم.

الإمام جلال الدين عبدالرحمن بن أبي بكر السيوطي (المتوفى 911هـــ) صاحب كتاب المشتهر في أوساط اللغة العربية على صعيد فقه اللغة "المزهر في علوم اللغة وأنواعها" وعضد الاشتراك في القرآن الكريم بتصنيف كتابه الثمين بعنوان "معترك الأقران في إعجاز القرآن" بدأ بموقفه مرتسما رأي اللغوي الكبير ابن فارس في "المزهر" في باب معرفة المشترك قال ابن فارس في فقه اللغة" "يسمى الشيئان المختلفان بالإسمين المختلفين وذلك أكثر الكلام كرجل وفرس، ويسمى الشئ الواحد بالأسماء المختلفة نحو السيف والمهند والحسام".

وذلك أن الاشتراك واقع، عند السيوطي، وإما أن يقع من واضعين بالمعني المختلف عن الآخر وبإشتهار اللفظ بين منطقتين، وإفادته المعنيين، وإما أن يكون من واضع واحد لغرض الإبهام على السامع تجنبا عن المفسدة كما قال أبو بكر رضي الله عنه رجل يهديني السبيل. لعل المعنى يظهر حسب السياقات. وأما السياقات فلا تحصى وصار المعاني غير متناهية وذلك يسمى الاشتراك اللفظي.

ويزعم الامام السيوطي أن الاشتراك من معجزات القرآن الكريم حيث كانت الكلمة تنصرف الى عشرين وجها أو أكثر أو أقل. ولا يوجد ذلك في كلام البشر.

وبسبب كثرة الوجوه للألفاظ الواردة في الكلام المجيد. أشار السيوطي إلى الحديث المرفوع الذي استدل به الإمام بدر الدين الزركشي بسند مقاتل بن سليمان في كتابه "البرهان في علوم القرآن" لا يكون الرجل فقيها كل الفقه حتى يرى للقرآن وجوها كثيرة. وقرره السيوطي موقوفا.

وقد أورد السيوطي مثالاً آخراً عن الاشتراك اللفظي في القرآن الكريم وقال: "أخرج ابن سعد من طريق عكرمة عن أبي عباس أن على بن أبي طالب أرسله الى الخوارج فقال: اذهب إليهم فخاصمهم ولا تحاجهم بالقرآن فإنه ذو وجوه، ولكن خاصمهم بالسنة. وأخرج من وجه أخر أن ابن عباس قال له: يا أمير المؤمنين فانا أعلم بكتاب الله فهما، في بيوتنا نزل. قال: صدقت، ولكن القرآن حمال ذو وجوه، تقول ويقلون، ولكن

خاصمهم بالسنن، فإنهم لم يجدوا عنها محيصا، فخرج إليهم فخاصمهم بالسنن فلم تبق بأيديهم حجة".

وكتابه "معترك الأقران في إعجاز القرآن" معترك آراء العلماء واللغويين في مجال المشترك. وعقد بابا كاملا بعنوان "معرفة الوجوه والنظائر" في كتابه "الإتقان في علوم القرآن" وأكد قوله في المشترك بإتيان كلمات من القرآن الكريم(83).

وقد ذكر الإمام السيوطي عدة لغويين الذين أثبتوا وجود الاشتراك اللفظي في اللغة العربية والقرآن الكريم ومنهم: ابن دريد وابو على القالي وابن خالويه والجوهري والأصمعي وأبوعبدالله بن محمدبن المعلي الأزدي والفارابي والتبريزي وأبو الطيب وأبوزيد.

الهوامش والمصادر و المراجع

1- شاهين، توفيق محمد : المشترك اللغوي نظرية و تطبيقاً،ص:9

2- المرجع السابق،ص:65-66

3- صبحي الصالح،الدكتور: دراسات فى فقه اللغة،ص:303

4- السيوطى، جلال الدين: المذهر فى علوم اللغة وأنواعها، دار الجيل، بيروت، بدون تاريخ.ج:1، ص:384

5- ابن درستويه: تصحيح الفصيح،ج:1،ص: 240 نقلاً من : رمضان عبدالتواب:فصول في فقه العربية،ص:.325

6- السيوطى: المذهر فى علوم اللغة و أنواعها،ج:1،ص:385

7- ابن سيده، أبوالحسنع لي الأندلسى: المخصص، داراحياء التراث العربى، بيروت. بدون تاريخ.ج:3، ص:259

8- فيروز آبادى،مجد الدين محمد بن يعقوب :القاموس المحيط، دار احياء التراث العربى،بيروت،الطبعة الأولى،1991م.

9- السيوطى: المذهر فى علوم اللغة و أنواعها،ج:1،ص:387

10-العسكري،أبوهلال:الفروق اللغوية،ضبطه وحققه:حسام الدين القدسي، دارالكتب العلمية، بيروت، لبنان،1981م.ص:12

11-الجواليقى، منصور موهوب بن أحمد بن محمد بن الخضر:المعرب من الكلام الأعجمى على حروف المعجم، تحقيق أحمد محمد شاكر ، طهران ،1966م والقاهرة، 1361هـــ ص:.192

12- البخارى، الإمام أبو عبدالله محمد بن إسماعيل الجعفى:الجامع الصحيح، دار ابن كثير دمشق،الطبعة الرابعة، 1990م .ج:1، ص: 364-365

13- البلخي، مقاتل بن سليمان:الوجوه والنظائر في القرآن العظيم، تحقيق د.حاتم صالح الضامن، مركز جمعةالماجد للثقافة والتراث،دبي، الطبعة الأولى،2006م.ص:145

14- عمر، أحمد مختار:علم الدلالة، مكتبة دارالعروبة للنشر والتوزيع شارع ابن خلدون،الكويت ،الطبعة الأولى ، 1402هـ – 1982 م .ص:147

15- الفراهيدى، عبد الرحمن خليل بن أحمد : كتاب العين ،تحقيق مخدوم مهدى فخزومى / إبراهيم السامرائى ، من منشورات دار الهجرة ،قم،إيران،1405ه.ج:1،ص:364-365

16- الفراء، أبو زكريا يحيى بن زياد:معانى القرآن،انتشارات ناصر خسرو طهران،جاب أول،بدون تاريخ.ج:2 ،ص:47

17- المرجع السابق، ج:1،ص:64 و ج:2،ص:388

18- المرجع السابق، ج:1،ص:231 و ج:2،ص:88

19- المرجع السابق، ج:2،ص:13

20- المرجع السابق

21- المرجع السابق،ج: 2،ص:320

22- آل ياسين، محمد حسين:الأضداد فى اللغة،ص:62

23- أبو عبيدة: مجاز القرآن، ج: 1،ص:99-100

24- الصغانى، عبدالرزاق بن همام:تفسير القرآن العزيز،ج:1،ص:329

25- المرجع السابق،ج:1،ص:344

26- المرجع السابق،ج:1،ص:155

27- آل ياسين، محمد حسين:الأضداد فى اللغة، مطبعة المعارف ، بغداد ،الطبعة الأولى ،1394ه – 1974م .ص:366

28- الأصمعى: الأضداد، ضمن ثلاثة كتب فى الأضداد ، نشرها الدكتور اوغست هفنر ، دار الكتب العلمية ،بيروت،لبنان.ص:25-27

29- الهروى ،أبو عبيد القاسم بن سلام :كتاب الأجناس من كلام العرب وما اشتبه فى اللفظ واختلف فى المعنى، بتصحيح: امتيازعلى عرشى الرامفوري، المطبعة القيمة، بمبئى،الطبعةالأولى،1938م.ص:15

30- المرجع السابق،ص:11

31- آل ياسين، محمد حسين:الأضداد فى اللغة،ص:384-386

32- أبو الطيب، عبد الواحد بن على اللغوى الحلبى: الأضداد فى كلام العرب،بتحقيق:د. عزة حسن، مطبوعات الجامع العلمىيي العربي ، دمشق، 1382-1963م.ج:1،ص:333-336

33- ابن اليزيدى،أبو عبد الرحمن عبدالله بن يحي المبارك ،العدوى البغدادى:غريب القرآن و تفسيره، تحقيق: عبد الرزاق حسين ،مؤسسة الرسالة بيروت ،الطبعة الأولى ،1987م.ص:213

34- المرجع السابق،ص:106

35- المرجع السابق،ص:133

36- أبو العمثيل: المأثور ،ص:18 نقلاً من : آل ياسين، محمد حسين:الأضداد فى اللغة،ص:90-91

37- المرجع السابق،ص:92

38 – ابن السكيت،أبو يوسف يعقوب بن اسحق السكيت : اصلاح المنطق،شرح و تحقيق :أحمد محمد شاكر، عبد السلام بن هارون ،دار المعارف، مصر، الطبعة الثانية ،1375ه-1956م.ص:17

39- المرجع السابق، ص:73

40- السجستانى: الأضداد، ضمن ثلاثة كتب فى الأضداد ، نشرها الدكتور اوغست هفنر ، دار الكتب العلمية ،بيروت،لبنان.ص:135

41- المرجع السابق، ص:152

42- ابن قتيبة،أبو محمد عبدالله بن مسلم: أدب الكاتب ،شرحه و ضبطه و قدم له الأستاذ على فاعور، دار الكتب العلمية، بيروت، لبنان، الطبعةالأولى، 1988م.ص:202

43- المبرد، أبو العباس محمد بن يزيد النحوي: ما اتفق لفظه واختلف معناه من القرآن المجيد،باعتناء الأستاذ العلامة عبد العزيز الميمني، المطبعة السلفية، القاهرة،1350ه. ص: 8-12

44- المرجع السابق

45- الطبري، أبوجعفرمحمدبن جرير:جامع البيان عن تأويل القرآن، دارالفكر، بيروت، 1995م.ج:1، ص:102

46- المرجع السابق،ج:6، ص:112

47- المرجع السابق،ج:6، ص:150

48- المرجع السابق، ج:6،ص:163

49-المرجع السابق،ج:12، ص:62

50- المرجع السابق،ج:8، ص:33

51- ابن دريد الأزدي، أبوبكر محمد بن الحسن: كتاب الاشتقاق،تحقيق و شرح: عبدالسلام محمد هارون، منشورات مكتبة المثنى،بغداد،الطبعة الثانية،1979م ص:224

52- النحاس، أبوجعفر أحمد بن محمد بن إسماعيل النحاس: معاني القرآن الكريم، ج:1،ص: 242-245
53- المرجع السابق ،ج:1،ص:369
54- المرجع السابق ،ج:1،ص:398-399
55-القالي،أبوعلي إسماعيل بن القاسم البغدادي:كتاب اللآمالي في لغةالعرب،دارالكتب العلمية، بيروت،لبنان،1978م.ج:1،ص:50
56- السمرقندي، أبو الليث نصر بن محمد بن إبراهيم : تفسير السمرقندي المسمى بحر العلوم،دار الكتب العلمية،بيروت،الطبعة الأولى،1993م.ج: 1، ص: 292
57- المرجع السابق، ج: 1، ص: 523
58- المرجع السابق، ج: 5، ص: 80
59- ابن جني ، أبو الفتح عثمان : المحتسب في تبيين وجوه شواذ القراءات و الإيضاح عنها، مكتبة عباس أحمد الباز، مكة المكرمة، الطبعة الأولى،1998م. ج:1، ص:289-290
60- الماوردي ، أبو الحسن علي بن محمد حبيب: النكت و العيون ، راجعه و علق عليه : السيد بن المقصود بن عبدالرحيم، دار الكتب العلمية،بيروت،بدون تاريخ.ج:1،ص:447
61- ابن سيده، أبو الحسن علي الأندلسي: المخصص، دار احياء التراث العربي، بيروت، بدون تاريخ.ج:13،ص:90
62- الطوسي ، أبو جعفر محمد بن الحسن: التبيان في تفسير القرآن، تحقيق و تصحيح أحمد حبيب قصير العاملي، دار التراث العربي، بيروت،بدون تاريخ.ج:1،ص:32
63- النيسابوري،أبو الحسن علي بن أحمد الواحدي: الوسيط في تفسير القرآن المجيد، مكتبة دار الباز، مكة المكرمة، الطبعة الأولى،1994م.ج:1،ص:121
64-الدامغاني، أبوعبدالله الحسين بن محمد الدامغاني: قاموس القرآن أو إصلاح الوجوه والنظائر في القرآن الكريم، حققه و رتبه و أكمله و أصلحه عبد العزيز سيد الأهل، دارالعلم للملايين، بيروت، الطبعة الأولى،1970م.ص:11
65- المرجع السابق،ص:162
66- المرجع السابق.
67- الأصفهاني، الراغب : معجم مفردات ألفاظ القرآن الكريم، تحقيق :صفوان عدنان داؤدي ،دار القلم دمشق والدار السامية ،بيروت،الطبعة الأولى ،1996م .ص:20
68-الفراء، أبو زكريا يحى بن زياد : معالم التنزيل ، ج:1،ص:41

69 - المرجع السابق،ص:68   70- المرجع السابق،ص:142   71-المرجع السابق،ج:2،ص:17

72- ابن الشجري، أبو السعادات هبة الله بن علي بن محمد بن علي الحسني: ما اتفق لفظه و اختلف معناه،حرره وحققه أحمد حسن بسج، دار الكتب العلمية،بيروت،لبنان،الطبعة الأولى،1996م. ص:275-276

73- الطبرسي، أبو علي الفضل بن الحسن:مجمع البيان في تفسير القرآن،دارالمعرفة للطباعةو النشر، انتشارات ناصرخسرو،الطبعة الخامسة،1418ه.ج:1، ص:91

74- ابن الجوزي، أبو الفرج جمال الدين عبدالرحمن بن علي بن الجوزي القرشى البغدادي: زاد المسير في علم التفسير، المكتب الإسلامي، الطبعة الرابعة،1987م.ص:14

75- القرطبي، أبو عبدالله محمدبن أحمد الأنصاري : الجامع لأحكام القرآن،مطبعة دار الكتب المصرية،1935م ج:6،ص:347

76- البيضاوي، ناصر الدين أبو سعيد عبد الله بن عمر بن محمد الشيرازي: أنوار التتريل وأسرار التأويل المعروف بتفسير البيضاوي، دار فراس للنشر والتوزيع،بدون تاريخ.ج:1، ص:7

77- ابن منظور الافريقي: لسان العرب، نسقه : علي شيري،دار احياء التراث العربي،بيروت، الطبعةالأولى،1988م.مادة:أ م ة

78- الخازن، علاء الدين علي بن محمد بن إبراهيم البغدادي: تفسير الخازن المسمى لباب التأويل في معاني التتريل،دارالكتب العلمية، بيروت،الطبعة الأولى ،1995م.ج:4،ص:48

79- السمين الحلبي: الدر المصون في علوم الكتاب المكنون،ج:1،ص:72-73

80- الزركشي ،بدر الدين محمد بن عبدالله:البرهان في علوم القرآن،تحقيق محمد أبو الفضل إبراهيم ،دار المعرفة ،بيروت. الطبعة الثانية ، 1972م .ج:1،ص:102-103

81- المرجع السابق، ص:103-104

82- الثعالبي ،عبد الرحمن بن محد بن مخلوف :تفسير الثعالبي الموسوم بجواهر الحسان في تفسير القرآن،مؤسسة العلم ، بيروت، بدون تاريخ .ج:1،ص:295

83- السيوطي، جلال الدين : المذهر في علوم اللغة و أنواعها،دار الجيل،بيروت،بدون تاريخ. ج:1،ص:369-381

-و : الاتقان في علوم القرآن،قدم له و علق عليه:الأستاذ محمد شريف شكر، راجعه: الأستاذ مصطفى الفصاص،مكتبة المعارف،الرياض، الطبعة الأولى،1987م. ج:1، ص: 381-382

****

Majallah-e-Tahqiq
Research Journal of
the Faculty of Oriental Learning
Vol: 35, Sr.No.96, 2014, p 03 – 09

مجلہ تحقیق
کلیہ علوم شرقیہ
جلد35 جولایی ــ ستمبر2014، شمارہ 96

The Concept of Global Mysticism in the light of Chishtia order of Sufism

[1]* Dr. Zahir Ahmad Shafiq

Abstract:

Mysticism has deep roots in sub-continent. According to many historians' literary critics and genuine scholars, Islam spread in this vast land due to their untiring efforts. In sub-continents four Sufi orders flourished i.e. Chishtia, Soharwardia, Naqshbandia and Qadria. In this article the concept of Global mysticism has been analysed and evaluated in the light of Chishtia order of Sufism

Key Words: Mysticism, Sufi orders, Chishtia order, Sub-continent

Mysticism or Sufism (Muslim mysticism) is present in most religions and societies in one form or the other. In fact, most religions and societies have accepted it as universal reality and philosophy. According to Proffesor Yousaf Saleem Chishti "Mysticism is driven by the desire to discover, see and meet God".(1) Sufiism was introduced to the Indian s subcontinent by a series of Muslim saints hailing from Muslim lands. Muslim sufis through their simple living have changed personal lives of thousands and its imprints can be seen on the society even now. This is the reason that people throng to sufi centers seeking solutions to their worldly problems and spiritual dilemmas. Mysticism was an important aspect of Hindu Society in form of

1 Assistant Professor, Department of Punjabi, Punjab University Lahore Pakistan.

vadant before the Muslims arrival in India. Bhagwat Gita is a rich source of mysticism. However, mysticism as a way of life and philosophy came to prominence after the arrival of the Muslims in the subcontinent." We may call mysticism as a global movement. Global mysticism also refers to a philosophy and a way of life, which is inclusive and does not force anybody to accept or reject a specific religion or ideology. Like sufism, global mysticism also considers that serving the humanity is the best way to seek God's blessings.

By giving top priority to golden values like peace, love and non violence. We can bring closer all the divided human being.

We often discuss universal peace by rising above religion and nation it is called global mysticism based on positive attitude. It has also been the main characteristic of the preaching of chishtia school of sufism.

Now we try to define global system and positive attitude in the light of the lives of respectable chistya saints.

In the Indian subcontinent, the Chishtia order enjoys great importance, due to its thoughts and deeds. Khawaja Moeen Udin Chishti Ajmari (known as khawaja gareeb nawaaz) is considered the founder of Chishtia order in the Indian subcontinent. Some of the other key names of this order are Khawaja Qutub Udin Bakhtiar Kaki, Hazrat Baba Fareed, Hazrat Nizam Udin Ulya, Hazrat Ali Ahmed Sabir Klair and Saleem Chisti. Out of these five great personalities of Chistia order; four are buried in India and only Baba Fareed’s resting place is in Pak Pattan, Pakistan.

The shrines of these saints are still the fountains of love and peace. Even today, people visit the graves of these saints to seek help for mundane problems and spiritual guidance. The important aspect of Chishtia order’s preaching is their great emphasis on serving the humanity, as this strengthens one’s relationship with God. They have made “serving humanity” a best way to get closer to God. Their emphasis on the love for humanity makes them the real professors of ‘Global Mysticism’, which is based on universality.

One can achieve Global Mysticism by earnestly following the teachings of various Sufi's of Chishtia Order. The thoughts and actions of these Sufi's have worked as a therapy for the downtrodden. Through their therapy these saints revived hope among the hopeless. Today, again we are in need of similar philosophy of global Mysticism in order to unite the divided society. We can once again bring unity among humanity. And I strongly believe that the thoughts of Chishtia order offers us guidance to achieve this extraordinary goal.

The Sufi's of Chishtia school of thought played a significant role to develop harmony among people of Indian subcontinent. They brought unity among people of different casts, colours and creeds. In this regard, we can seek guidance from Chishtia order. According to Jaffer Qasmi "The spiritual policy of Sufi missionaries was sulh-i-kul (peace with all) encompassing Muslims and Hindus alike"(2)

Chishtia was the first Sufi order to established khanqhas (preaching centers) to serve humanity in the sub-continent. Before this, "SUFI'S" and "SADOO'S" used to preach at the individual level. According to Jaffar Qasmi "These centers served as the places where learned could achieve the highest form of knowledge, the attainment of which requires purification of the soul as well as of the mind". (3)

As we look at the lives of various Sufi's of Chishtia order, the very first thing we come to know is the beautiful and clear picture of Mysticism that can be named as the basic rule for Global Mysticism. Khawaja Moeenuddin Chishti says in this context "A Sufi is one who never lets anyone return with empty hands. He gives food to the hungry, provides clothes to those who do not have it, inquires about their feelings and make them feel good. (4)

According to Khawaja Moeenuddin Chishti, the following are the conditions for a Sufi:

- Do not upset or sadden anybody.
- Do not assume bad about others.
- Help everyone.
- Give advice to people which can benefit them in this world and hereafter.
- Love and respect everyone.
- Always consider oneself lesser than everybody. (5)

The above mentioned canons set the foundation of human rights, which also point towards global Mysticism. These rules are in fact strictly followed in all civilized societies. Just before his death, Khawaja Moeen Uddin Chishti, gave his disciple Qutubuddin Bakhtiar Kaki the following advice:

- A Sufi should live a life self-abnegation
- Feed others.
- Express Love even when you are sad.
- Express love even to your enemy. (6)

These wise words indicate that sufism endeavors to establish a society in which God's love is achieved by serving the humanity. Baba Fareed, who established his preaching center in Ajodhan (now PakPattan in Pakistan), where people were exploited by the rulers. Baba Fareed through his actions and teachings endevored to spread the message of love for the humanity. People belonging to various creeds were a part of his gatherings, where he taught the lesson of love. To define the exact lesson of love he narrates:

Fareeda burae da bhala kar, gussa mann nah handha Daehi rog nah laggee pallae sabh kuch paa

(Translation)

(With the bad do good, with anger the mind don't sap The body will attract no malady, the whole put into your lap)(7)

In these lines Baba Fareed talks of doing good to the bad and If one examines the teachings of Baba Fareed, one realizes that the sole purpose of his struggle was for the love of humanity. He always discussed humanity rather than any particular religion. Syed Afzal Haider in his book "Prem Payala" writes, "Love with humans and serving the humanity is the manifesto of Baba Fareed. It was his goal of life to create a balanced society, where everyone is equal. Universal and Spiritual democratic elements are prominent in his thoughts too".(8) His teachings contain universality and spirituality and show the continuation of respect for humanity and this is also the manifesto of Global Mysticism. He explains in one of his Shalook:

Fareeda ik naa aata agala ik naa nahin laon Aggae gaae sinjaapsan chotaan khaasi kaon

(Translation)

(oh fareed, some have measureless flour, some not even salt Going ahead they'll sense, who will bear the assault)

In this verse Baba Fareed raises his voice against the exploitation by the powerful sections of the society. This is not unique to Ajodhan/Pakpattan, where he lived but was present in most societies, where the general populace sometimes did not have enough to eat. (9) Feroz-ud-Din says about Baba Fareed that "Whenever any needy happened to come to him; he made him sit, listened to him very carefully and used to fulfil his need." He never returned anyone with empty hands. (10)

The focal point of Baba Fareed's teachings is the poor or the suppressed. At that time support for the deprived against the greedy ruling class was a dangerous enterprise. He tried to make the ruling class realize of Allah's punishment. The message of Baba fareed is for all times to come. This is the reason that this “Kalam” (Poetry) is still inspiring after centuries. Due to

universality of his message, the founder of Sikh Religion, Baba Guru Nanak included Baba Fareed’s poetry in Sikh holy book ‘GURUGRANTSAHAB’. When we look at the simple lives of Chishti's order, we come to the conclusion that their teachings in fact are the foundation of global Mysticism. Global Mysticism is free from all considerations of caste, color and religion and only talks about peace. That is why there is no question of ego in it and therefore Global Mysticism is founded on tolerance. Banda Nawaz Geesu Daraz in an incident teaches tolerance, as he narrates that one day a believer of Almighty Allah was told about a havoc that was about to hit his city. He was told that out of entire city only one home belonging to a prostitute would be spared. He was advised to take refuge at that home. Next day the entire city was burnt to ashes by a sever fire. The believer asked Almighty why the home of a sinner was spared. Almighty replied that a thirsty dog was roaming in this city in search of food. Nobody cared about it. This prostitute offered the dog food and water, therefore, her home remained unhurt. (11)

This is the theory of peace and service to the humanity for all and it is the basic principle of Global Mysticism. This is also the crux of the preaching of various Sufi's of Chishtia order. Even today if we develop our lives according to the preaching of Sufis, we can convert this world into place of love and prosperity.

In the end I would like to say that both Pakistan and India are direly in need of these positive attitudes. Now a days our societies are plagued and threatened by negative attitude like terrorism and ethnicity. Once again it is my opinion that these can be encountered effectively by global mysticism.

Reference

1. Yousaf Saleem Chishtip Professor, Tareekh Tasawuff, Lahore, Darul Kitaab. Date Nil, P-3.
2. Baba Farid-ud-din Masud Ganj-i-Shakar, Jafar Qasimi, Lahore. Islamic Book Foundation, 1978. P-17.
3. Ibid P-7
4. Moeen-ul-hind, Hazrat khawaja Moeen-ud-din Ajmari, Dr. Zahoor-Ul- Hassan Sharab, Lahore, Zavia Publisher, 2003, P-137.
5. Ibid P-140
6. Ibid P-86
7. Baba Fareed Ghanj Shakar, Muzaffar-A-Ghaffar, Lahore Feroz Sons, 2006, P-250
8. Praim Piala, Afzal Haider Syyed, Lahore, Dost Publication, 2009, P-33.
9. Baba Fareed Ghanj Shakar, Muzaffar-A-Ghaffar, P-92.
10. Farid-ud-din Masood Ganj Shakar, Feroz-Ud-Din Ahmad, Karachi, Fatima Publications, Date Nil, P-94.
11. Malfoozat-wa-Fawaid, Hazrat Banda Nawaaz Geesu Draz, Compiled. Mohammad Mashook Hussain Khan Sultani, Lahore, Zavia Publisher, 2003, P-49.

******